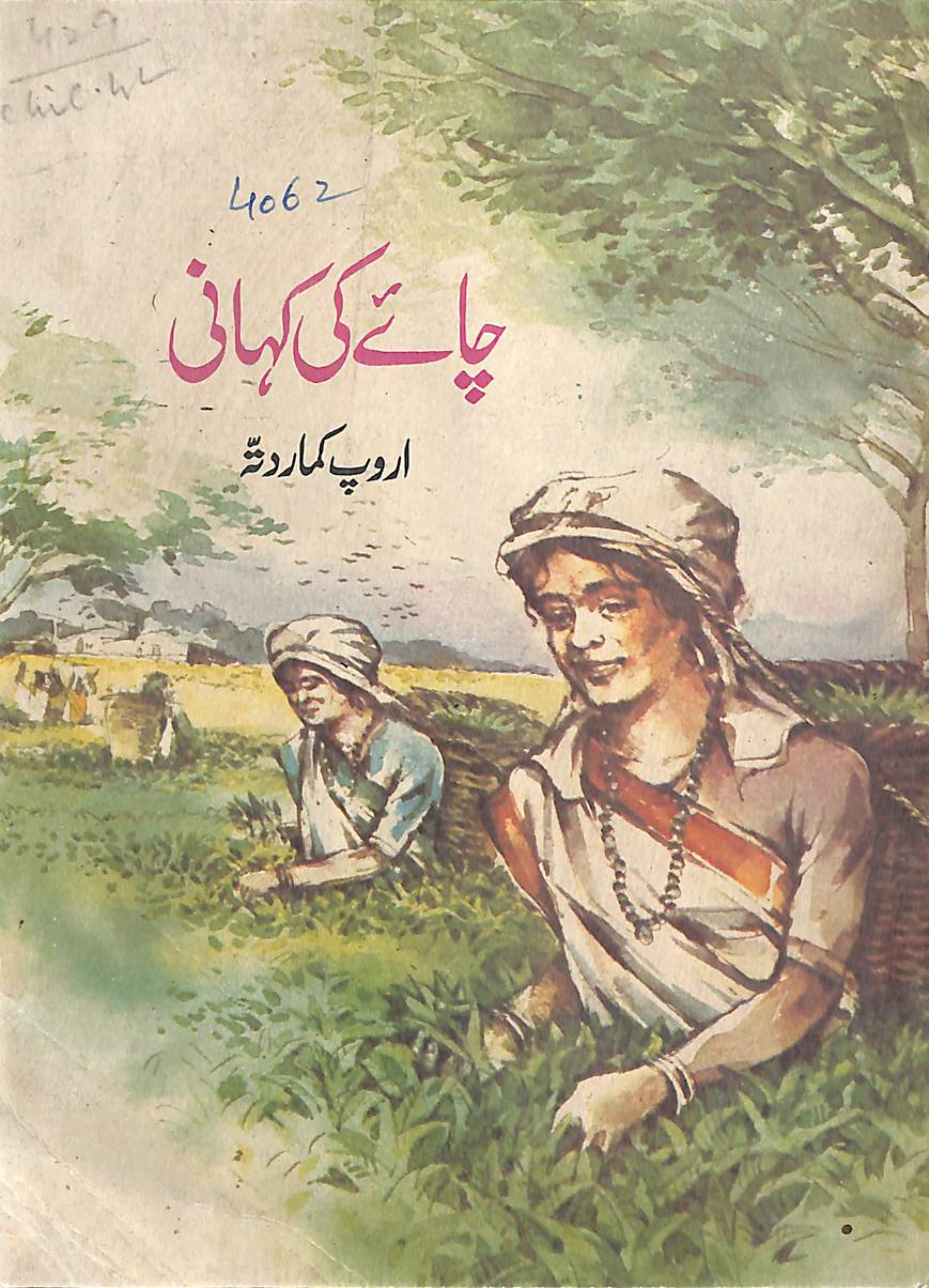
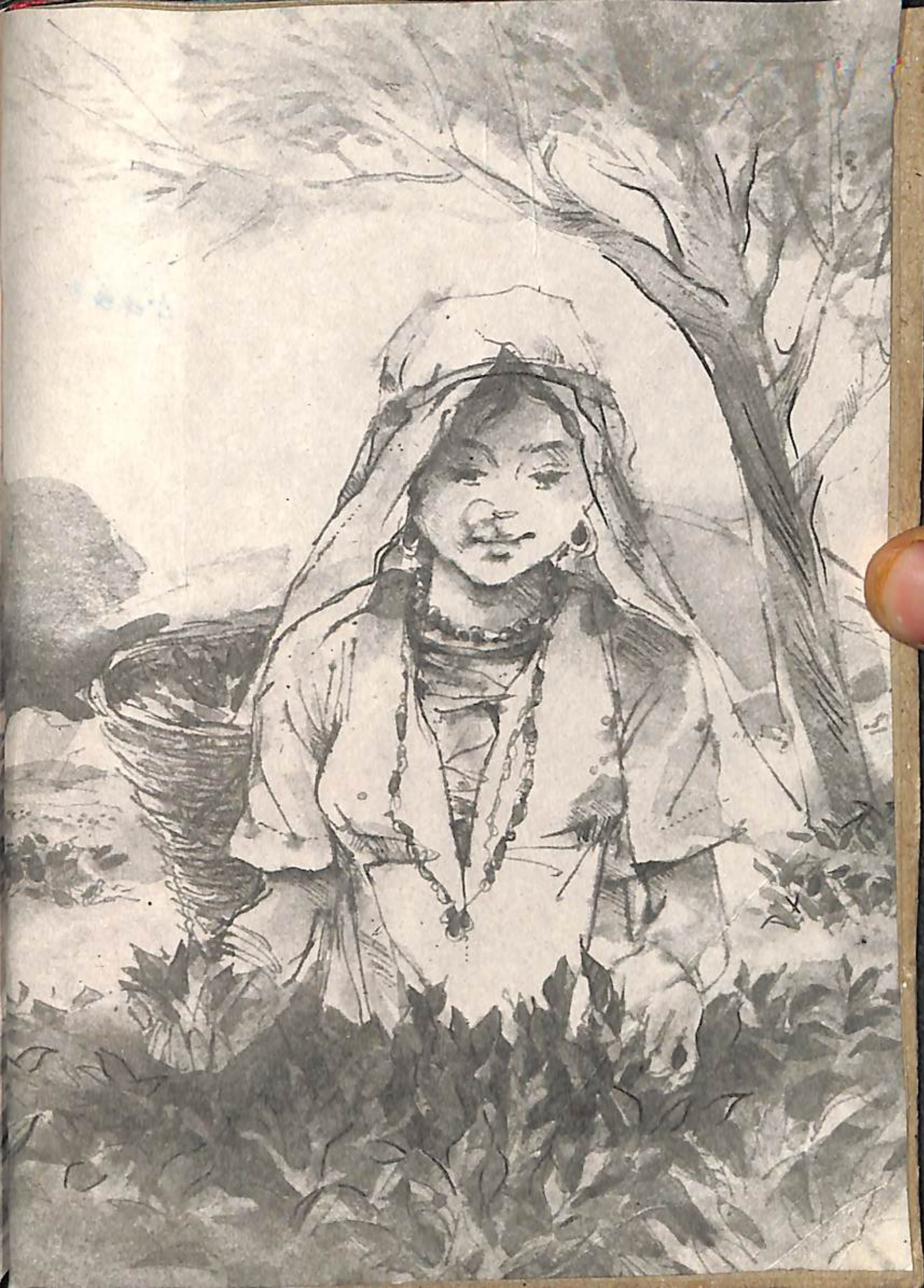
CHAI KI KAHANI
(URDU)

Chay ki kahani
(Urdu)


4062
چائے کی کہانی
اروپ کمار دتّہ



نہرو بال پستکالیہ

چائے کی کہانی

اروپ کمار دتّہ

مترجم
بشمبر لال



تصویر کار
مرنال مترا

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا



1986 (ساکا 1907)

قیمت : Rs. 2.50

A STORY ABOUT TEA (URDU)

Published by the Director, National Book Trust, India, A-5 Green Park, New Delhi-110016
and Printed at Raj Printing Company, 158, N. O. I. C., New Delhi-110020

۱

میٹر گیج کی لمبی ریل گاڑی راستے کے ایک اسٹیشن پر رُک گئی۔ڈرائیور کے بریک لگانے پر جو دھکا لگا اس سے راج ویر سنگھ کی آنکھ کھُل گئی۔ راج ویر تیرہ سال کی عمر کا ایک سکھ لڑکا تھا۔ اس کا دوست پرانجل کھڑکی کے قریب بیٹھا ایک جاسوسی کہانی پڑھنے میں مگن تھا۔

پرانجل آسام کا رہنے والا تھا اور دہلی کے ایک اسکول میں راج ویر کا ہم جماعت تھا۔ پرانجل کے پِتا اپر آسام کے ایک چائے باگان کے منیجر تھے۔ پرانجل نے گرمی کی چھٹیوں کے دوران راج ویر کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی جو اس نے فوراً قبول کر لی۔

دہلی سے آسام تک کا بہت لمبا سفر تھا۔ ان کو ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے دو دن اور دو راتیں بیت چکی تھیں۔ راستے میں وہ طرح طرح کے نظاروں سے لُطف اُٹھاتے رہے تھے اور اب تو وہ اپنی تقریباً منزل کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"جاگو، نیند کے متوالے جاگو" پرانجل نے خوش ہو کر پکارا۔"ہم اگلے اسٹیشن مریانی پر اُتر جائیں گے۔ تم ایک پیالہ چائے پی لو تو بہتر ہے اس سے تمھاری نیند کھُل جائے گی۔ تم جانتے ہی ہو، چائے میں کیفین ہوتی ہے۔"

"میں ایک پل میں تیّار ہو جاتا ہوں" راج ویر نے جواب دیا اور فوراً ہی بستر سے باہر کُود پڑا۔ اس کے بعد اس نے اپنا سامان سنبھالنا شروع کر دیا۔ جلدی جلدی منہ دھویا، کپڑے بدلے اور دوسرے لمحے وہ تیار ہو کر اپنے دوست کے سامنے بیٹھا تھا۔

"چائے گرم . . . . . گرم چائے"، ایک خوانچے والے نے بلند آواز میں ہانک لگائی۔ وہ ان کی کھڑکی کے قریب آیا اور پوچھا "چائے ساب ؟"



"ہمیں دو پیالے چائے دو۔" پرانجل بولا۔
دونوں دوستوں نے گرم چائے کی چُسکیاں لینا شروع کر دیں۔ اس وقت ان کے ڈبّے میں تقریباً ہر ایک چائے پی رہا تھا۔
"کیا تم جانتے ہو کہ دنیا بھر میں ہر روز 800,000,000 سے بھی زیادہ چائے کے پیالے پی لیے جاتے ہیں؟" راج ویر نے بتایا۔
"باپ رے!"، پرانجل زور سے بولا۔ "چائے واقعی بہت مقبول ہے۔"
ریل گاڑی چل پڑی اور جلد ہی یہ اسٹیشن پیچھے چھوٹ گیا۔ پرانجل نے دوبارہ جاسوسی کتاب میں اپنی آنکھیں گاڑ دیں۔ راج ویر بھی جاسوسی کہانیاں پڑھنے کا بڑا شوقین تھا لیکن اس وقت تو اسے باہر کے خوبصورت نظارے دیکھنے



میں لطف آرہا تھا۔

ہریالی ہی ہریالی۔ چاروں طرف ہریالی۔ راج ویر نے اس سے پہلے اتنی زیادہ ہریالی کبھی نہیں دیکھی تھی۔

دھیرے دھیرے دھان کے ہرے بھرے کھیتوں کی جگہ چائے کی جھاڑیاں دکھائی دینے لگیں۔

یہ بڑا ہی شاندار منظر تھا۔ گھنے جنگلوں سے لدی ہوئی پہاڑیوں کے پسِ منظر میں چائے کی پتّی کی جھاڑیاں حد نظر

میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بلند اور مضبوط سایہ دار درخت چائے پتّی کے پودوں کو چھوٹا کر دیتے تھے اور ترتیب سے لگی ہوئی چائے کی پتّی کی کیاریوں کے بیچ میں گڑیوں جیسی شکلیں گھوم پھر رہی تھیں اور اپنے کام میں مصروف تھیں۔ کافی فاصلے پر ایک بھدّی سی عمارت تھی جس کی چمنی سے دھواں نکل رہا تھا۔

"واہ ! چائے باگان !" راج ویر جوش میں آکر زور سے بول پڑا۔

پرانجل تو اسی جگہ پیدا ہوا اور بڑا ہوا تھا اس لیے اس نے راج ویر کے جوش میں اس کا ساتھ نہیں دیا۔

"اوہ ! اب یہ چائے کی پتّی کا دیش ہے"، اس نے کہا۔ "دنیا بھر میں سب سے زیادہ چائے کی پتّی آسام میں اُگائی جاتی ہے تم اتنے باغ دیکھو گے کہ ساری زندگی یاد رکھو گے۔"

"میں زیادہ سے زیادہ چائے کی پتّی کے بارے میں پڑھتا رہا ہوں" راج ویر بولا۔

"صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا کہ چائے کی کھوج کس نے کی تھی۔ لیکن بہت سے قصّے کہے جاتے ہیں۔"

"کون سے قِصّے ؟"

"اچھا، ایک قصّہ تو اس چینی شہنشاہ کے بارے میں ہے جو پانی کو پینے سے پہلے اُبالتا تھا۔ ایک روز کیا ہوا کہ جن ٹہنیوں کی آگ پر پانی کو اُبالا جا رہا تھا ان کے کچھ پتّے پانی میں گر گئے اور اس سے پانی میں ایک مہک آ گئی۔





کہا جاتا ہے کہ یہ چائے کی پتّیاں تھیں ۔"
" ایک قصہ اور سناؤ ۔" پرانجل نے ہنس کر کہا۔
" ہمارے یہاں ایک بھارتی قصہّ بھی ہے ۔ پرانے زمانے میں ایک بُدھ بھکشو نے اپنی آنکھوں کی پتلیاں اس لیے کاٹ دی تھیں کہ عبادت کے دوران اسے نیند آجاتی تھی ۔ انھی پتلیوں سے چائے کے پودے اُگ آئے ۔ ان پودوں کے پتّوں کو جب گرم پانی میں ڈال کر پیا گیا تو اس سے نیند بھاگ گئی ۔"
" سب سے پہلے چائے کا استعمال چین میں شروع ہوا "، راج ویر نے مزید بتایا ۔" یہ کوئی 2700 برس قبل مسیح کی بات ہے ۔ یورپ میں تو چائے سولھویں صدی میں ہی پہنچی ہے اور اس کا استعمال بھی زیادہ تر دوا کے طور پر ہی کیا جاتا تھا ۔ اسے مشروب کے طور پر کم ہی استعمال کرتے تھے ۔"
ریل گاڑی اپنی گڑگڑاہٹ کے ساتھ مریانی جنکشن پر پہنچ گئی ۔ دونوں لڑکوں نے اپنا اپنا سامان سنبھالا اور پلیٹ فارم کی بھیڑ میں اپنا راستہ بنانے لگے ۔
پرانجل کے ماں باپ ان کا انتظار کر رہے تھے ۔ پرانجل کی بہن الکا اور ان کے پالتو السیشن ٹفی کو

بھی ایسا ہی انتظار تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی یہ تمام لوگ موٹر گاڑی میں سوار ہو کر ڈھیکیا باڑی کی طرف جا رہے تھے۔ پرانجل کے پتا جائے کے جس باغ میں منیجر تھے، وہ وہیں پر تھا۔

ایک گھنٹے تک بڑی سڑک پر سفر کرنے کے بعد موٹر گاڑی نے ایک بڑا سا موڑ کاٹا اور بڑی سڑک سے الگ ہو گئی۔ اس کے بعد ایک کچے پُل کو پار کر کے موٹر گاڑی ڈھیکیا باڑی ٹی اسٹیٹ میں داخل ہو گئی۔

بجری کی سڑک کے دونوں طرف کئی ایکڑ زمین میں چائے کی پتّی کی کیاریاں اُگی ہوئی تھیں چائے کی پتّی کے ان پودوں کو بڑی صفائی کے ساتھ یکساں اونچائی تک تراشا گیا تھا۔ چائے کی پتّی توڑنے والی عورتوں کے گروہ نئے پتوں کو توڑ توڑ کر اپنی پیٹھ پر باندھی ہوئی بانس کی ٹوکریوں میں بھر رہے تھے۔ ان عورتوں نے پلاسٹک کے ایپرن اپنے کپڑوں کی حفاظت کے لیے لگا رکھے تھے۔

پرانجل کے پتا نے سامنے سے آتے ہوئے ایک ٹریکٹر کو راستہ دینے کی غرض سے موٹر کی رفتار کم کر دی۔ اس ٹریکٹر کے پیچھے چائے کی پتّی سے بھرا ہوا ایک ٹریلر تھا۔

"آج کل نئی پتیاں پھوٹنے کا زمانہ ہے نا مسٹر بروا؟" راج ویر نے پوچھا۔ "یہ دور مئی سے جولائی تک چلتا ہے اور اس میں بہترین چائے ملتی ہے۔"

"لگتا ہے تم نے اس سلسلے میں کافی مطالعہ اور تیاری کی ہوئی ہے۔" پرانجل کے پتا نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، مسٹر بروا"، راج ویر نے مان لیا۔ "لیکن یہاں پر اپنے قیام کے دوران میں اور بھی بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھے انکل کہہ کر بلایا کرو۔ میں آج دوپہر بعد تمھیں باغ کی سیر کراؤں گا اور بتاؤں گا کہ چائے کیسے اُگتی ہے۔"

موٹر گاڑی منیجر کے بنگلے کے پھاٹک میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک بہت بڑی دو منزلہ عمارت تھی جسے پچاس برس سے بھی پہلے ایک انگریز نے تعمیر کرایا تھا۔ اس بنگلے میں چھوٹے چھوٹے بانسوں کی باڑھ باندھی گئی تھی اور باڑھ کے اندر بہت بڑا صحن تھا۔ سامنے کے لان میں ہریالی کی چادر بچھی ہوئی تھی جبکہ باغ میں سرخ، نیلے اور پیلے رنگ کے پھول پوری طرح کھلے ہوئے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔

سانولے سے رنگ کا ایک لڑکا جس کے چہرے سے شرارت ٹپکتی تھی، نیکر اور قمیص پہنے برآمدے

کی سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔ پرانجل کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس کے دانت چمکنے لگے۔

"ہیلو مونگلا"، پرانجل نے زور سے پکارا۔ "آؤ میرے دوست راج سے ملو۔"

مونگلا دوڑتا ہوا آیا اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے اس نے راج ویر سے ہاتھ ملایا۔

"یہ برچی کا بیٹا ہے جو فیکٹری میں چوکیدار کا کام کرتا ہے۔" پرانجل نے بتایا۔ "مونگلا اور میں بڑے مزے کرتے ہیں۔ غلیل کا استعمال کرنے میں یہ بڑا ماہر ہے۔ مچھلی پکڑنے کے بارے میں بھی اسے سب کچھ معلوم ہے اور جو نہیں معلوم اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں ہے۔"

"مجھے جلدی جانا چاہیے"، مونگلا بولا۔ "میں دوا چھڑکنے والے گروپ کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ آپ لوگوں سے ملنے کی غرض سے چلا آیا تھا۔ اگر سردار کو پتہ چل گیا تو وہ مجھے کچّا کھا جائے گا۔"

مونگلا نے خوشی سے ہاتھ ہلایا اور پھر غائب ہو گیا۔



2

دوپہر بعد مسٹر برُوا راج دیر کو چائے کے باغ کی سیر کرانے لے گئے۔ پرانجل، الکا اور ٹفی بھی ان کے ساتھ تھے۔ ڈھیکیا باڑی چائے کا بہت بڑا باغ تھا اور یہ 800 ایکڑ سے زیادہ رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے یہ لوگ مسٹر بروا کی جیپ میں سوار ہو کر گئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں کلون نرسری سے شروعات کرنی چاہیئے جہاں پر ننھے ننھے پودے ہوتے ہیں۔" مسٹر بروا نے تجویز پیش کی۔

جب ان کی جیپ آگے بڑھی تو مسٹر بروا نے سمجھاتے ہوئے کہا "چائے کے پودوں کو دیکھ بھال کی بڑی بھاری ضرورت ہوتی ہے۔ نائیٹروجن، پوٹاس اور فاسفیٹ جیسی کیمیائی کھادوں کو باقاعدگی کے ساتھ مٹی میں ملایا جاتا ہے تاکہ اس سے پودے تندرست اور مضبوط رہیں۔

ان میں نائیٹروجن کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ دوسرے پودوں کے مقابلے میں چائے کے پودوں سے پھل نہیں توڑے نہیں جاتے بلکہ پتیاں توڑی جاتی ہیں۔ پتی پتے پودوں کے لیے باورچی خانہ کا کام کرتے ہیں۔ اس لیے ان پودوں کو اُگانے کے لیے نائیٹروجن کا مسلسل استعمال بہت ضروری ہے۔

"آپ جانتے ہیں کہ کبھی کبھی یہ پودے بیمار بھی ہو جاتے ہیں"، مسٹر برُوا نے مزید بتایا۔ "ایسی حالت میں ہم لوگ ان پودوں کے لیے ڈاکٹر کا فرض ادا کرتے ہیں۔ ان کی بیماری کی تشخیص کرتے ہیں اور مناسب دوا تجویز کرتے ہیں۔"

کلون نرسری بانسوں سے بنے ہوئے ایک بڑے سے چھپّر کے نیچے تھی جس کی چھت پر پتلی سی پُوال کی تہہ بچھائی گئی تھی۔ بانسوں کی دیوار زیادہ بلند نہیں تھی۔ اس میں ایک جگہ مٹی کے چھوٹے چھوٹے گملے تھے جبکہ دوسرے حصّے میں پولی تھین کی ہزاروں تھیلیاں تھیں اور ہر تھیلی میں ایک ننھا پودا تھا۔

کلون نرسری میں ہر کلون میں ایک ہی پتہ ہوتا تھا جس کی گانٹھ ایک انچ تنے کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ اور اسے کیاری سے کاٹ کر خاص طریقے سے اس کی پرورش کی جاتی تھی۔ ان پودوں کو مٹی کے گملوں میں یا پولی تھین کی تھیلیوں میں لگایا جاتا تھا اور ان میں تازہ مٹی بھری جاتی تھی۔ دس ہفتوں کے اندر



یہ پودے جڑ پکڑ لیتے تھے اور ایک سال بعد ان پودوں کو باغ میں منتقل کر دیا جاتا تھا۔

"بیج کی نرسری بھی ہوتی ہے"، مسٹر بروا نے بتایا۔ "لیکن کاشت کار آج کل کلوننگ کو ترجیح دیتے ہیں۔ کلوننگ سے پودوں کی نسل خراب نہیں ہوتی کیونکہ پودوں کی خصوصیت برقرار رہتی ہے۔

کلوننگ کے ذریعے چائے کی جس کی کیاری کا استعمال کیا جائے گا اس کی تمام خوبیاں کلوننگ کیے ہوئے پودے میں قائم رہیں گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر بیج کا استعمال ہی کیوں کیا جاتا ہے؟" راج ویر نے پوچھا۔

"جب بہتر کوالٹی کے مخلوط نسل والے پودے اگائے جاتے ہیں تو ان کے لیے بیجوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلوننگ کے مقابلے میں بیجوں کے استعمال میں خرچ کم پڑتا ہے۔"

"انکل یہ تو بتائیے کہ ایک ننھے پودے کو مکمل چائے کا پودا بننے میں کتنا عرصہ لگتا ہے؟"

"ویسے پہلے سال سے ہی چائے کی پتیاں توڑی جا سکتی ہیں۔ لیکن ایک پودے کو صحیح معنوں میں کھڑا ہونے میں تقریباً پانچ سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ چائے کے ایک پودے کی عمر انسانی عمر کے برابر یعنی ساٹھ سال کے قریب ہوتی ہے۔"

تمام چیزیں دیکھنے کے بعد یہ لوگ دوبارہ جیپ میں بیٹھ گئے اور مسٹر بروا نے جیپ کو باغ کی تنگ



روشوں پر آگے بڑھا دیا۔ ایک جگہ کچھ لوگ پودوں پر دوائیں چھڑک رہے تھے۔ مونگلا بھی ان میں شامل تھا۔ اس نے ان کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔

"آئیے ہم یہاں اتر جاتے ہیں" مسٹر بروا نے جیپ روکتے ہوئے کہا۔

چائے کی کیاریوں تک پہنچنے کے لیے انھیں ایک گہری کھائی کو پار کرنا تھا۔ سپاری کے ایک بڑے پیڑ کے تنے کو کھائی کے اوپر لٹا کر پل بنایا گیا تھا۔ باقی کو یہ پل پار کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن راج ویر تھوڑی مشکل میں پڑ گیا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے چند قدم اٹھائے اور بعد میں لڑکھڑا گیا۔ رسی پر چلتے ہوئے آدمی کی طرح وہ دائیں بائیں جھولنے لگا تھا۔ لیکن عین اس وقت جب کہ وہ گرنے والا تھا اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پل پار کر گیا۔

راج ویر کی اس کوشش کی سب نے تعریف کی۔ یہاں تک کہ ٹفی نے بھی اپنی طرف سے تعریف کے طور پر زور زور سے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔

"یہ کھائیاں! لگتا ہے ایسی بہت سی کھائیاں یہاں پر ہیں" راج ویر زور سے بولا "چائے کے باغ کو ایسی کھائیوں سے کیوں جوڑا گیا ہے۔ ہر طرف کھائیوں کا جال ہے"

مسٹر بروا نے اس کے جواب میں سمجھاتے ہوئے بتایا کہ "یہ کھائیاں فاضل پانی بہانے کے لیے بہت مفید ثابت ہوتی ہیں۔ چائے پیدا کرنے کے لیے گرم اور نمی والی آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اوسط سے لے کر دھواں دھار بارش تک درکار ہوتی ہے۔ اب بارش کا پانی اگر جڑوں میں رک کر اکٹھا ہو جائے تو پودوں کو سڑا دیتا ہے اور وہ مرجھا جاتے ہیں۔ ان کھائیوں کی وجہ سے پودوں کی جڑوں میں پانی اکٹھا نہیں ہوتا"

یہ لوگ دوائیں چھڑکنے والے گروہ کے پاس پہنچے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس پیٹھ پر لدا ہوا دوا چھڑکنے کا پمپ تھا۔ اور یہ اس پمپ کی مدد سے دوا چھڑک رہے تھے۔ یہ دوا زمین پر پڑ رہی تھی۔

مسٹر بروا نے بتایا "یہ لوگ زمین پر اگنے والی فالتو گھاس پھوس پر دوا ڈال رہے ہیں۔ ان خودرو خس و خاشاک سے چائے کے پودوں کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ تیزی سے بڑھ نہیں پاتے۔ کیڑے مارنے کی دوا بھی چھڑکتے ہیں لیکن وہ چھڑکاؤ کیاریوں کے اوپر ہوتا ہے"

راج ویر نے پھر ایک سوال کر دیا اس نے پوچھا "کیڑے مارنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا چائے کے پودوں پر بھی کیڑوں کا حملہ ہوتا ہے؟"





"جی ہاں۔ کئی قسم کے کیڑے ہوتے ہیں جو چائے کے پودوں کو بھاری نقصان پہنچاتے ہیں۔"
مونگلا تیزی سے ان کے پاس آیا۔ اس کی مخصوص ہنسی بھی اس کے ساتھ تھی۔
"ہم لوگ کل ندی پر تیرنے کے لیے جائیں گے"، پرانجل نے مونگلا سے کہا۔ "کیا تم ہمارے ساتھ چلوگے؟"

"ضرور چلوں گا"، مونگلا نے کہا۔ "آپ کب تک جاؤ گے؟"
"ہم دوپہر بعد جائیں گے۔ صبح کے وقت ڈیڈی راج ویر کو فیکٹری لے جا رہے ہیں۔"
"ٹھیک ہے"، مونگلا نے کہا۔ "تیرنے کے بعد ہم شاید کچھ مچھلیاں بھی پکڑ سکیں گے۔ میرے پاس مچھلی پکڑنے کے کانٹے ہیں۔ میں آج انھیں چیک کرلوں گا۔"
اتنے میں سرخ چونچ والے توتوں کا جھنڈ شور مچاتا ہوا اوپر سے اڑ گیا اور پھر ایک سایہ دار پیڑ پر بیٹھ کر یہ توتے تیز تیز آوازیں نکالنے لگے۔ چیلوں کا ایک جوڑا صاف نیلے آسمان میں پر پھیلائے ہوا میں تیر رہا تھا اور بہت دور ایک سفید بگلا اپنے گھر کی جانب اڑتا جا رہا تھا۔



3

انھوں نے مونگلا کو گڈ بائی کہا اور جیپ کے پاس لوٹ کر آ گئے۔ بعد دوپہر کے سورج کی کرنیں ترچھی ہونے لگی تھیں اور بلند سایہ دار پیڑوں کے اندر سے چھن چھن کر زمین پر پہنچ رہی تھیں ان کی وجہ سے چائے کی کیاریوں پر روشنی اور سائے کا جو منظر بن رہا تھا وہ بہت ہی دل کش اور خوشگوار تھا۔ راج ویر نے بلند و بالا سایہ دار پیڑوں کی تعریف کی۔

مسٹر برواتے بتایا "یہ پیڑ بھی مفید ہیں۔ ان پیڑوں کی وجہ سے سورج کی روشنی صحیح رہتی ہے اور چائے کی پتیوں کے لیے جو ضروری درجہ حرارت ہوتا ہے یہ پیڑ اسے قائم رکھتے ہیں۔ عام طور پر یہ درجہ حرارت 25 سے 35 ڈگری سنٹی گریڈ ہوتا ہے۔ اگر یہ پیڑ نہ ہوتے اور چائے کے پودوں پر سورج کی گرمی کا اثر سیدھا پڑتا تو پتوں کا درجہ حرارت 40 ڈگری سنٹی گریڈ سے بھی بڑھ جاتا اور پتے جل کر سیاہ ہو جاتے۔"

"لیکن انکل جی، پودوں کی پرورش اور نشو و نما کے لیے تو سورج کی روشنی بہت اہم ہوتی ہے۔" راج ویر کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"یہ صحیح ہے، لیکن اگر یہ روشنی بہت تیز ہو تو مہلک ثابت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے سایہ دار پیڑ خاص طور پر ایک ہی لائن میں شمال سے جنوب کی سمت اُگائے جاتے ہیں۔ سورج جب مشرق سے طلوع ہوتا ہے پیڑوں کے مغرب میں ہونے والی کیاریوں پر سایہ پڑتا ہے۔ دوپہر بعد مشرق والی کیاریوں پر سایہ پڑتا ہے۔ اس طرح سورج کی روشنی برابر بٹ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان پیڑوں کے ذریعے مزدوروں کو بھی سایہ مل جاتا ہے۔"

"لیکن سردیوں میں کیا ہوتا ہے؟"، راج ویر نے سوال کیا۔ "سردیوں میں تو ان پیڑوں کی وجہ سے چائے کے پودوں کو سورج کی روشنی کم ملتی ہوگی۔"

"نہیں۔ اصل میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہم سایہ دار پیڑوں کا چناؤ ہوشیاری سے کرتے ہیں مثلاً سامنے

یہ جو پیڑ ہیں ان کے پتے ماہ اکتوبر تک جھڑ جاتے ہیں اور سردی کا موسم تب ہی شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد مارچ کے آس پاس ان کے پتے دوبارہ نکل آتے ہیں اس طرح سردیوں میں پتے نہ ہونے سے روشنی کافی ہوتی ہے اور گرمیوں میں پتوں کی وجہ سے روشنی کم چھنتی ہے۔"

مسٹر بروا کی وضاحت سے راج ویر کی تسلی نہیں ہوئی اس لیے اس نے پھر سوال کیا "یہ پیڑ اتنے بڑے بڑے ہیں، ان کی وجہ سے زمین کی زرخیزی میں کمی نہیں آتی کیا؟"

"بالکل نہیں۔ بلکہ الٹا زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ یہ پیڑ نائیٹروجن مہیا کرتے ہیں۔ ان پیڑوں سے گرنے والے پتے دھیرے دھیرے کھاد میں بدل کر مٹی کو زرخیز بناتے ہیں۔ چائے کے باغ میں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی کام بلا مقصد نہیں کیا جاتا۔ خیر چھوڑو آج بہت کچھ پوچھ لیا۔ چلو اب گھر چلیں اور ایک پیالہ......"

"چائے پئیں" پرانجل نے اپنے والد کی بات کاٹ کر جب کہا تو سب قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

...

بعد میں جب اندھیرا چھا گیا اور رات ہوگئی تو سب بچے دوسری منزل کے برآمدے میں بیٹھ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ سینکڑوں جگنو اندھیرے میں اپنی روشنی کے ستارے جگمگا رہے تھے اور پیڑوں پر بیٹھا اُلّو اپنے مخصوص انداز میں بول رہا تھا۔ ہلکی ہوا کے جھونکوں کے ذریعے قریبی بستی سے جھوم کر گانے کی سُریلی آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

اچانک راج ویر نے دور ایک عجیب سی روشنی دیکھی جو آنکھ مچولی کا کھیل دکھا رہی تھی۔ کبھی وہ ایک دم قریب دکھائی دیتی تھی اور کبھی دور ہوجاتی تھی۔

راج ویر اسے دیکھ کر چونک پڑا اور چلایا "ارے وہ دیکھو کیا ہے؟"

"یہ بھوت ہیں" پرانجل نے جواب دیا۔

"یہ بھوت اُن کنجوس بوڑھوں کے ہیں جو اپنے دبائے ہوئے سونے کی حفاظت کر رہے ہیں" الکا نے سمجھاتے ہوئے بتایا۔

"کیا کہا، یہ بھوت ہیں" راج ویر نے ذرا گھبرا کر پوچھا۔

"ارے بھوت وغیرہ کچھ نہیں ہیں" پرانجل نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا "یہ دلدل کی گیس سے بننے والے آگ کے گولے ہیں"

"پاگل مت بنو"، الکانے کہا۔ "بوڑھی جالبیشوری نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ان ہی میں سے ہی ایک آگ کا گولہ بوڑھے آدمی کی شکل میں بدل گیا تھا۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی اور اس خاموشی کو پرانجل کے والدین نے آکر توڑ دیا۔

"چائے کے باغ کی زندگی بڑی خاموش اور بغیر حادثوں کے کٹتی ہوگی۔" راج ویر نے ان دونوں سے پوچھا۔

"اوہ نہیں۔ ایسا نہیں ہے"، مسٹر بروا نے کہا۔ "کئی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مثلاً کوبرا جیسے زہریلے سانپ بھی یہاں پر ہیں۔ تمھیں تو معلوم ہے انگریزوں نے انیسویں صدی کے وسط میں سب سے پہلے آسام میں جنگلی چائے کے پودوں کا پتہ لگایا تھا اور اس کے بعد انھوں نے یہاں باغ اُگانے شروع کیے تھے۔ ان دنوں میں انگریزوں کو ہیضہ، پلیگ جیسی وباؤں کے ساتھ ساتھ جنگلی جانوروں اور قدرتی آفتوں کا بھی سامنا





کرنا پڑتا تھا۔ اب تو کافی حالات بدل گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں کچھ نہ کچھ پریشانیاں تو پیش آتی ہی ہیں۔"

"انھیں چیتے کے بارے میں بتاؤ"، مسز بروا نے کہا۔

"کیا انکل؟ چیتا" راج ویر نے جوش میں بھر کر سوال کیا۔

"ہاں کبھی کبھی پاس کے جنگلوں سے کوئی جنگلی جانور بھٹک کر ادھر آجاتا ہے" مسٹر بروا نے بتایا" اور اس علاقے میں دہشت پھیلا دیتا ہے۔ دو برس پہلے میں نے ایک رائل بنگال ٹائیگر کو اپنی گولی کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ آدم خور بن گیا تھا۔ کبھی کبھی جنگلی ہاتھی بھی دہشت پھیلاتے ہیں" لمحہ بھر خاموش رہ کر انھوں نے پھر کہا۔

"پچھلے دو ہفتوں سے ایک چیتا ہمارے مزدوروں کو پریشان کیے ہوئے ہے۔ سوا نا نام کے ایک سردار نے مجھے بتایا یہ چیتا رات کے وقت اس کے گھر کے پاس گھوم رہا تھا اور ایک بیل کو اٹھا کر لے گیا۔"

"کیا کہا آپ نے؟ سردار، یہ سردار کون ہے؟" راج ویر نے پوچھا۔

"چائے کے باغ بہت بڑے علاقے میں پھیلے ہوتے ہیں اس لیے ہمیں ہزاروں کارندوں کی ضرورت پیش آتی ہے" مسٹر بروا نے بتایا۔" ہم اپنی سہولت کے لیے انھیں الگ الگ درجوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ اس طرح کام کرنے والوں کے گروپ بن جاتے ہیں اور ہر گروپ کا لیڈر سردار کہلاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ اپنی ٹیم کا کیپٹن ہوتا ہے۔"

"ڈیڈی، آپ نے ابھی تک اس چیتے کو جال میں نہیں پھانسا؟" پرانجل نے پوچھا۔

"میں نے تین راتیں باغ میں گزاری تھیں کہ اس کو دیکھ سکوں۔ لیکن اسے نہ دیکھ سکا۔ میں نے ایک بکری بھی چارے کے طور پر باندھ دی تھی لیکن چیتے نے اس پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ بڑا مکّار قسم کا جانور ہے یہ۔ اس نے اپنے قدموں کا نشان بھی نہیں چھوڑا ہے۔ ہمارے مزدور اتنے خوفزدہ ہیں کہ کوئی بھی رات کو باہر نکلنے کی ہمت نہیں کرتا۔"

راج ویر اس بارے میں اور بھی سننا چاہتا تھا لیکن کھانا لگ جانے کا اعلان ہو گیا۔

4

اگلی صبح وہ ناشتے کی میز پر جلد ہی بیٹھ گئے تھے۔
"کیا تم اپنی چائے میں زیادہ دودھ لینا پسند کرو گے؟" مسز بروا نے راج ویر سے پوچھا۔
"نہیں آنٹی، آپ کا شکریہ۔ میں اسٹرانگ چائے پسند کرتا ہوں۔"
"تمھارے انکل تو چائے میں دودھ بالکل نہیں لیتے۔" مسز بروا نے بتایا۔
"یہ صحیح ہے"، مسٹر بروا نے قبول کیا۔ "چائے پینے کے معاملے میں نہ صرف مختلف لوگوں کی پسند مختلف ہوتی ہے بلکہ مختلف قوموں کا نظریہ بھی اس سلسلے میں مختلف ہوتا ہے۔ ہم چائے کو دودھ اور چینی کے ساتھ ملا کر پیتے ہیں، لیکن چینی اور جاپانی لوگ ایسا نہیں کرتے۔ وہ سبز چائے استعمال کرتے ہیں۔"
"وہ کیا ہوتی ہے؟" راج ویر نے سوال کیا۔
"بنیادی طور پر چائے کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے سبز چائے کی پتیوں کو اتنی بھاپ دی جاتی ہے کہ اس کے تمام کیمیائی خمیر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان پتیوں کو خشک کر لیا جاتا ہے۔ اسے سبز چائے کہتے ہیں۔"
"چینی اور جاپانی لوگ سبز چائے کو اُبال کر پیتے ہیں اور اس میں دودھ یا چینی بالکل نہیں ملاتے۔ ہاں کبھی کبھی یاسمین کے پھول خوشبو کے طور پر اس میں ملا لیتے ہیں۔ جاپانیوں نے تو چائے پینے کو اہم رسم و رواج کے طور پر اپنا لیا اور اس رسم نے ان کی زندگی اور ان کے کلچر پر بھی بڑا اثر ڈالا ہے۔"
"انسٹینٹ چائے بھی تو ہوتی ہے ڈیڈی؟" الکا نے پوچھا۔
"ہاں انسٹینٹ کافی کی طرح۔ چائے کی پتی کی تھیلی کو گرم پانی کے پیالے میں ڈبوؤ اور چائے تیار۔ چائے کی کھوج کرنے والے سائنس دانوں نے تو اب بوتلوں میں بھری جانے والی چائے بھی تیار کر لی ہے۔

بہت جلد آپ کو دوسرے ٹھنڈے مشروب کی طرح ٹھنڈی چائے بھی بوتلوں میں ملنے لگے گی۔"

"اور آگے وہ کیا کیا سوچیں گے؟" پراجل نے حیران ہو کر کہا۔

"ہر روز ایک نہ ایک نئی چیز ایجاد ہو رہی ہے۔" مسٹر بروا نے کہا "لیکن آؤ ہم کو فیکٹری کے لیے روانہ ہونا چاہیئے۔"

باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اچانک ایک آدمی بھاگتا اور شور مچاتا ہوا پہنچا اور کہنے لگا:

"بڑا ساب، بڑا ساب!"

"یہ برچی ہے موتگلا کا باپ!" پراجل نے راج ویر کو بتایا۔

"بڑا ساب، گودام میں چوری ہو گیا ہے۔" برچی نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "چائے کی پیٹیاں کوئی چرا کر لے گیا ہے۔"

"کیا؟" مسٹر بروا نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہاں چائے کی کتنی پیٹیاں تھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم بڑا ساب۔ ڈسپیچ کلرک ڈیکا بابو نے مجھے آپ کو بلانے بھیجا ہے۔"

مسٹر بروا نے پولیس اسٹیشن ٹیلی فون کر کے رپورٹ درج کرائی اور اس کے بعد بچوں کو ساتھ لے کر موٹر گاڑی میں گودام کے لیے روانہ ہو گئے۔

فیکٹری کے لمبے چوڑے صحن کے چاروں طرف کانٹے دار تاریں لگی ہوئی تھیں۔ گودام فیکٹری کی عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک کونے میں تھا۔

گودام کے سامنے بڑی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی۔ چائے کے باغ کے تین اسسٹنٹ منیجر پہلے سے وہاں پہنچ گئے تھے۔ مسٹر بروا کو دیکھتے ہی ڈسپیچ کلرک ڈیکا بابو بھاگ کر ان کے پاس آیا۔

"سر۔ چائے کی چالیس پیٹیاں غائب ہیں۔"

"مجھے تفصیل سے بتاؤ"، مسٹر بروا نے سختی سے کہا۔

"سر چائے کی یہ پیٹیاں آج صبح بھیجنی تھیں۔ کل شام کو میں نے خود سامنے کے دروازے کا تالا لگایا تھا اور گودام میں داخل ہونے کا یہ واحد دروازہ ہے۔ آج صبح جب میں نے تالا کھولا تو گودام خالی تھا عجیب بات تو یہ ہے کہ تمام تالے ٹھیک لگے ہوئے تھے۔"

"پیٹی میں کتنی چائے تھی؟"

"ہر پیٹی میں پچاس کلوگرام، سر"

"اس کا مطلب ہوا کہ 2000 کلو گرام۔ یہ چائے عمدہ کوالٹی کی تھی اور اس طرح نقصان کا اندازہ تقریباً 50,000 روپے کا ہے۔"

"انکل یہ تقریباً کیوں ؟" راج ویر نے دخل اندازی کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا چائے کی قیمتیں مقرر نہیں کی جاتیں ؟"

مسٹر بروا نے جلدی جلدی لیکن صبر کے ساتھ جواب دیا۔ "راج ویر تمھیں پتہ ہے کہ باغ میں چائے بیچی نہیں جاتی۔ ہم اپنے نیلامی کے مرکزوں میں دلالوں کے پاس بھیجتے ہیں۔ یہ مرکز کلکتہ اور گوہاٹی میں ہیں۔ چائے کے ماہر وہاں پر چائے کا نمونہ دیکھتے ہیں اور قیمت مقرر کرتے ہیں۔ اس قیمت کو بنیاد بنا کر چائے کی نیلامی کی جاتی ہے اور اونچی بولی بولنے والا اسے لے جاتا ہے۔"

مسٹر بروا نے اچانک ہی برجی کو بلا بھیجا۔ برجی فیکٹری کی چوکیداری کرتا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا۔ "کیا کل رات کو تم نے کوئی غیر معمولی بات محسوس کی تھی ؟"

"نہیں بڑا ساب۔ گودام کے نزدیک کوئی روح تک نہیں پھٹکی تھی۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ تم نیند میں نہیں تھے ؟"

"ایسی بات کیوں کرتے ہیں ساب۔ وہ چیتا جسے سوانا نے دیکھا ہے وہ آج کل مجھے اور زیادہ چوکنا رکھتا ہے۔"

وہ گودام کے اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک ہی کمرے والی عمارت تھی۔ اس کا فرش لکڑی کا تھا جس پر پالش کی ہوئی تھی۔ کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ روشندانوں کی چوکھٹ اچھی طرح مضبوطی سے لگی ہوئی تھی۔

ڈسپیچ کلرک کی میز ایک کونے میں تھی۔ اس پر میز پوشش کا کپڑا ایک طرف سے زمین پر لٹک گیا تھا۔ اس کے علاوہ گودام بالکل خالی تھا۔

راج ویر اور پرانجل نے آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے سے اظہارِ حیرت کیا۔ انھوں نے درجنوں کتابیں پڑھی تھیں اور اب موقع تھا کہ وہ اپنی قابلیت کا مظاہرہ کرتے۔

مسٹر بروا اور دوسرے لوگ چوری کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ دوسری طرف بچے گودام کے آس پاس چکر کاٹنے لگے تاکہ کوئی سراغ تلاش کر سکیں۔

پرانجل زمین پر ہاتھوں کو ٹکا کر فرش کا بغور معائنہ کر رہا تھا کہ اچانک پکار اٹھا، "راج ویر، الکا، یہاں آؤ۔"

"تو پھر یہ پیلی مٹی کا گیلا ٹکڑا اس گودام میں کہاں سے آگیا؟"

مسٹر بروا نے اس مٹی کا معائنہ کیا۔ یہ واقعی باغ کی مٹی نہیں تھی۔ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ پولیس آگئی۔

انھوں نے مٹی کا ٹکڑا راج ویر کو لوٹا دیا اور پولیس اسٹیشن کے افسر انچارج مسٹر کوتوکی کا استقبال کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ راج ویر نے مٹی کا ٹکڑا بڑی حفاظت کے ساتھ ایک کاغذ میں لپیٹ لیا اور اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

پولیس کے افسر انچارج مسٹر کوتوکی بھی بڑے حیران تھے کہ سامنے کا دروازہ کھولے بغیر چور اندر کیسے داخل ہوگئے۔ انھوں نے مسٹر بروا سے کہا کہ وہ گھوم پھر کر تفتیش کرتے ہیں۔

"ہم نے کچھ سراغ اکٹھا کیے ہیں۔" راج ویر نے رک رک کر کہہ ڈالا۔ "کیا آپ انھیں دیکھنا پسند کریں گے؟"

"ڈیڈی ہم تفتیش میں مدد کر سکتے ہیں؟" پرانجل نے پوچھا۔

کوتوکی کا چہرہ گول ہوگیا اور اشتعال آمیز لہجے میں انھوں نے کہا۔ "مسٹر بروا مجرموں کو پکڑنا بچّوں کا کھیل نہیں ہے۔ مہربانی کر کے ان بچّوں کو کہہ دیجیے کہ میرے راستے سے پرے رہیں۔"

"وہ ٹھیک کہتے ہیں"، مسٹر بروا نے کہا "اے بچّو، تم کو سرکاری تفتیش میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ تمھارا تو تیرنے کا پروگرام تھا، جاکر اپنا کام کیوں نہیں کرتے۔ آج تو میں کسی حالت میں بھی تم کو فیکٹری نہیں دکھا پاؤں گا۔"

الکا اور دونوں لڑکے غصّہ میں بھر کر وہاں سے چل پڑے۔ اس جھڑکی سے کچھ پریشان سے ہوگئے تھے۔



5

اب بچّوں کے لیے کرنے کو کوئی نہیں تھا اس لیے انھوں نے ندی پر جاکر تیرنے کا فیصلہ کرلیا۔ باہر نکل کر مونگلا بھی انھیں مل گیا اور انھوں نے اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ بنگلے کی طرف آتے ہوئے انھوں نے مونگلا کو اپنے حاصل کردہ سراغوں کے بارے میں بتایا۔ انھوں نے مسز بروا کو بھی اپنے پروگرام کی تبدیلی کے بارے میں بتایا اور ٹفی کو ساتھ لے کر ندی کی طرف چل پڑے۔ یہ ندی ڈھیکیا باڑی باغ کی جنوبی حدبندی کے ساتھ ساتھ بہتی تھی۔

اتنی سنسنی خیز چوری کا اثر کام کاج پر نہیں پڑا تھا۔ چائے کی کیاریوں میں چائے کی پتیاں توڑنے والی عورتیں اپنے کام میں مصروف تھیں۔

"یہ پتیاں توڑنے والی عورتیں بڑی سست ہیں" راج ویر نے کہا "میں اتنی دیر میں ان سے دگنے پتے توڑ سکتا ہوں بلکہ اس سے آدھے وقت میں"

یہ سن کر مونگلا بڑا خوش ہوا۔ اس کے چہرے کے خدوخال اس کی شرارت بھری ہنسی کے پیچھے چھپ گئے۔

"اچھا تو تمھارا یہ خیال ہے۔ آؤ ادھر، وہ میری پھوپھی سُکھمنی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ زیادہ پتے توڑے گی یا تم"

"سُکھو پھوپھی، راج ویر چائے کی پتیاں توڑنا چاہتا ہے کیا آپ اسے ایسا کرنے دوگی"

یہ لوگ چائے کی کیاریوں میں گھس گئے۔ بڑی عمر کی عورتیں جو پتیاں توڑ رہی تھیں انھیں دیکھ کر مسکرائیں اور ان کا استقبال کیا۔

راج ویر نے چیلنج قبول کرلیا۔ اس نے دونوں مٹھیوں میں پتے بھرے اور جلد ہی انھیں توڑ لیا۔

"اس طرح نہیں چھوٹے صاحب"، سُکھمنی نے کہا۔ "تم سامنے پڑنے والے ہر پتّے کو نہیں توڑو۔ تم صرف دو پتّوں اور کونپل کو توڑو۔ اور ایسا کرتے ہوئے دوسرے اور تیسرے پتّے کے بیچ والے تنے کو بھی توڑ لو۔ دیکھو اس طرح سے۔"

اپنی تجربہ کار انگلیوں سے اس نے ایک تنا توڑا اور اس کے ساتھ دو پتّے اور ایک کونپل تھی۔ یہ اس نے راج ویر کو پکڑا دیا۔ یہ پتّے چونکہ تازے تازے پھوٹے تھے اس لیے بڑے نازک اور لچکیلے تھے۔ کونپل بھی دراصل کونپل نہیں تھی بلکہ ایک نئی پتّی تھی جو ابھی کھلی نہیں تھی۔

سُکھمنی نے سمجھاتے ہوئے کہا: "ہر سال برسات کے موسم میں نئے نئے پتّے نکلتے ہیں۔ یہ نئے پتّے ہی چائے بنانے میں استعمال ہوتے ہیں۔ پرانے پتّے استعمال نہیں ہوتے ہیں۔ اگر آپ دو پتّوں اور ایک کونپل سے زیادہ توڑو گے تو چائے کی کوالٹی خراب ہو جائے گی۔"



"چائے کی کیاریوں کو اسی وجہ سے تراشا جاتا ہے۔" مونگلا نے بتایا۔ "اگر چائے کے پودے کو تراش کر اسے قابو میں نہ رکھا جائے تو یہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ تراشنے سے پودوں میں گنجان پن رہتا ہے۔ زیادہ شاخیں پیدا ہوتی ہیں اور پتّے توڑنے کی جگہیں بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔"



" یہ بالکل صحیح ہے "، لکھمنی نے کہا " چائے کے پودے کمر تک اونچے رکھے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ ہمیں پتے توڑنے میں آسانی رہتی ہے اور کام جلدی ہو جاتا ہے "۔

" اب آئندہ میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا "، راج ویر نے یہ وعدہ کیا اور یہ سب آگے بڑھ گئے۔

چائے باغ کے ایک سرے پر راستہ گھوم جاتا تھا اور اُس زمین پر چائے کے پودے نہیں تھے۔ وہاں پر جو پودے اُگے ہوئے تھے اُن کے پتے بہت چوڑے اور پھولوں کی پنکھڑیوں جیسے تھے۔

" یہ گواٹے مالا کے پودے ہیں "، پرانجل نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا " اس ہریالی سے کھیت کی مٹی تیار کی جاتی ہے۔ چائے کے ننھے پودے جو تم نے نرسری میں دیکھے تھے وہ یہاں پر لگائے جائیں گے۔ یہ ہریالی گواٹے مالا، چھوٹی موئی اور گل رگل کے پیڑ پودوں سے حاصل ہوتی ہے اور اس سے مٹی کی زرخیزی بڑھائی جاتی ہے۔ بار بار استعمال ہونے والی مٹی بھی اس سے دوبارہ قوت پکڑ لیتی ہے "۔

" رگل رگل کے خوشبودار پودوں سے تیل بھی تو نکالا جاتا ہے "۔

" ہاں۔ یہ بہت پیارا پودا ہے اور اس میں لیموں کی خوشبو ہوتی ہے جسے صابن اور خوشبویات میں استعمال کیا جاتا ہے "۔

جلد ہی یہ لوگ کانٹے دار تاروں کے پاس پہنچ گئے جہاں سے چائے کے باغ کی حد الگ ہوتی تھی۔ وہ لوہے کے ایک پھاٹک پر چڑھ کر اس کی دوسری طرف پہنچ گئے اور ایک دلدلی زمین کو پار کر کے ندی کے کنارے جا پہنچے۔

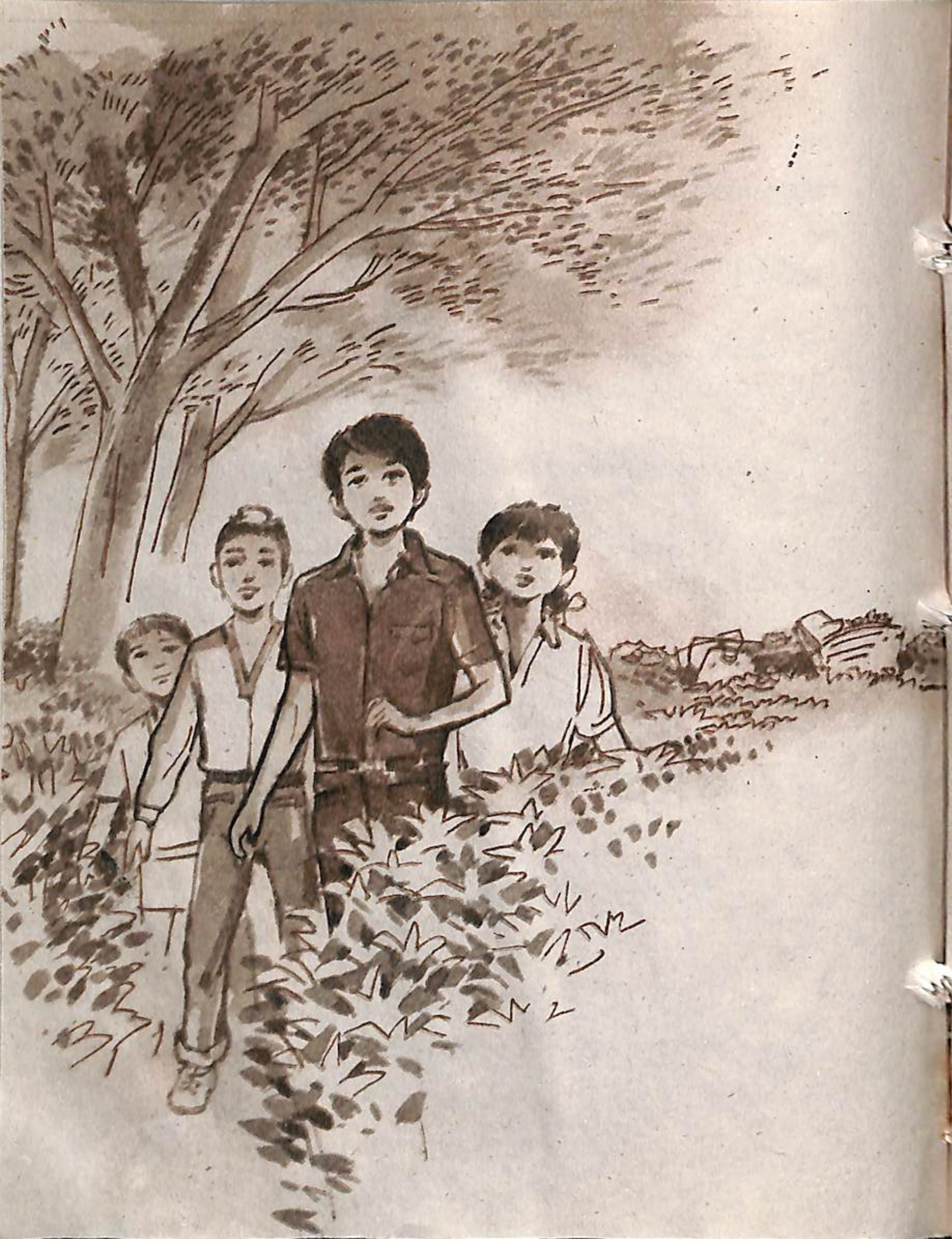
ندی کے کنارے پر مٹی کا ایک بندھ باندھا ہوا تھا جس کا کام آس پاس کے علاقے کو باڑھ سے محفوظ رکھنا تھا۔ بچے بڑی مشکل سے اس باندھ پر چڑھ سکے۔ اوپر چڑھ کر راج ویر نے جو دیکھا اس سے اس کا منھ کھلا رہ گیا۔ اُس نے نیچے جھک کر حیرت سے وہاں کی مٹی کا معائنہ کرنا شروع کر دیا۔

اس نے گودام میں سے جو مٹی کا ٹکڑا اٹھا کر اپنی جیب میں رکھا تھا اُسے نکالا اور دیکھنے پر پتہ چلا کہ دونوں ایک ہی طرح کی تھیں۔ یعنی پیلی چکنی اور گیلی مٹی۔

" چور یہاں پر آئے تھے "، راج ویر نے جوش میں بھر کر بولا۔

" زمین سخت ہے "، پرانجل نے کہا " جب تک مٹی گیلی نہ ہو وہ جوتے کے تلے سے چپک نہیں سکتی "۔

" اس سے صرف ایک ہی مطلب نکلتا ہے "، الکا نے بھی بات چیت میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔



"چور کچھ دیر ندی کے اندر رہے ہوں گے ۔"

لڑکوں نے اس نئے سراغ کو اپنے دماغ میں نوٹ کر لیا تاکہ آئندہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور پھر ندی میں کود پڑے ۔ الکا اور ٹفی کنارے پر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے تھے ۔

اچانک الکا کا پاؤں ایک باہر کو نکلی ہوئی چٹان سے ٹکرا گیا ۔ وہ لڑکھڑا کر گر گئی ۔ الکا کی چیخیں نکل پڑیں اور وہ لڑھکتی ہوئی تقریباً ندی میں جا گری ۔

لیکن عین آخری لمحے میں الکا کے ہاتھ مایوسی کے عالم میں ایک جھاڑی پر جا پڑے جو ڈھلان کے آخری سرے پر اُگی ہوئی تھی ۔ اس نے مضبوطی سے اس جھاڑی کو پکڑ لیا اور لٹک گئی ۔ اس طرح وہ پانی کی سطح سے اوپر رہ گئی ۔

الکا کی چیخوں اور ٹفی کے بھونکنے نے دونوں لڑکوں کی توجہ اپنی طرف کھینچی اور وہ دونوں جلدی سے ندی سے باہر آ گئے ۔

" الکا ، مضبوطی سے پکڑے رکھنا " پرانجل نے چلا کر کہا : " ہم آ رہے ہیں ۔"

لیکن اس سے پہلے کہ یہ لڑکے وہاں پہنچتے ۔ جھاڑی نے الکا کا بوجھ نہیں سنبھالا اور ٹوٹ گئی نتیجے میں الکا پانی کے اندر گر گئی ۔

لڑکے سن ہو کر رہ گئے اور انھوں نے سوچا کہ پانی گرنے سے چھینٹے اُڑیں گے لیکن یہ کیا ؟ ایک آواز سی آئی اور دوسرے ہی لمحہ الکا اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی ۔ اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا لیکن چوٹ نہیں آئی تھی ۔

لڑکوں نے جب اسے دیکھا تو انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا ۔ الکا کے پاؤں جھاڑیوں میں گھٹنوں تک چھپے ہوئے تھے ۔ لگتا تھا کہ وہ پانی پر کھڑی ہے ۔

جب وہ الکا کے پاس پہنچے تو یہ معمہ حل ہو گیا ۔ ندی کے اس کنارے لکڑی کی ایک کشتی بندھی ہوئی تھی اور اسے اِدھر اُدھر کی جھاڑیوں سے چھپا دیا گیا تھا ۔ الکا سیدھی اس کشتی میں جا کر گری تھی ۔

" بھگوان کا شکر ہے کہ تم بالکل ٹھیک ہو "

" تم نے تو ہماری جان ہی نکال لی تھی "

" مجھے تو یہ بات بہت مشکوک دکھائی دیتی ہے ۔" مونگلا نے حیرانی سے کہا ۔

" کیوں ؟ " پرانجل نے پوچھا ۔" ایک کشتی ندی کے کنارے پر اگر بندھی ہوئی ہے تو اس میں



مشکوک بات کیا ہے ؟ اس قسم کی درجنوں کشتیاں یہاں اِدھر اُدھر مل جائیں گی "

" یہ صحیح ہے " مونگلا نے کہا ! " لیکن کوئی بھی شخص کشتی کو اس طرح چھپانے کی کوشش نہیں کرتا ہے "

" میرا خیال ہے کہ میری سمجھ میں بات آنے لگی ہے " راج دیر نے کہا : " ہمیں یہاں سے جلد از جلد چلے جانا چاہیئے "

انھوں نے جلدی جلدی جھاڑیوں کو کشتی کے اوپر پھیلا دیا کہ جس سے کشتی چھپ جائے اور واپس گھر کی طرف چل پڑے ۔ جب وہ بنگلے کے قریب پہنچے تو انھیں محسوس ہو گیا کہ کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے ۔

چائے کی پتیاں توڑنے والی عورتوں نے اپنا کام بند کر دیا تھا اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں کھڑی آپس میں بات چیت کر رہی تھیں اور ہاتھوں سے اشارے بھی کر رہی تھیں ۔ سُکھمنی بھاگ کر مونگلا کے پاس آگئی ۔ وہ بہت ہی زیادہ پریشان تھی ۔ " مونگلا ، پولیس والوں نے تمھارے پتا اور ڈیکا بابو کو گرفتار کر لیا ہے ۔ ان کا خیال ہے کہ چائے کی پیٹیاں ان دونوں نے ہی چُرائی ہیں "

یہ سُن کر مونگلا پر جیسے بجلی گر پڑی ۔ اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے ۔ پرانجل نے اس کے کاندھے پر اپنا بازو رکھا اور اسے کھینچ کر ایک طرف لے گیا ۔

" آج تین بجے بنگلے کے پچھواڑے اوزاروں کے شیڈ میں پہنچ جانا " پرانجل نے کان میں کہا : " ہم وہاں پر ایک ہنگامی کونسل منعقد کریں گے "



6

"مجھے یقین ہے کہ برجی اور ڈیکا بے قصور ہیں۔" مسٹر بروا نے دوپہر کے کھانے پر بات چیت کرتے ہوئے کہا: "یہ دونوں اس باغ میں 20 برس سے زیادہ عرصے سے کام کر رہے ہیں۔"

"پھر پولیس نے انھیں گرفتار کیوں کیا ہے؟" پرانجل نے پوچھا۔

"پولیس کے افسر انچارج نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کوئی بھی شخص گودام کا سامنے کا دروازہ کھولے بغیر اندر داخل نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے سامنے کا دروازہ کھولا گیا اور اسے دوبارہ تالا لگایا گیا اس دوران چائے کی پیٹیاں بھی نکالی گئی تھیں۔ ڈیکا کے پاس گودام کی چابیاں تھیں اور برجی کا کام چوکیداری کا تھا لہٰذا ان دونوں کو گرفتار کرلیا گیا۔"

پرانجل کچھ بولنے ہی والا تھا کہ راج ویر نے اس کو منع کر دیا اور وہ خاموش ہوگیا۔

دوپہر بعد یہ بچے اوزاروں کے شیڈ میں اکٹھا ہوئے جو کہ بنگلے کے پچھلے حصے میں تھا۔ مونگلا بہت زیادہ اُداس دکھائی دے رہا تھا۔

"آیئے ہم حالات کا موازنہ کریں اس کے بعد اپنے نتیجے اخذ کریں۔" راج ویر نے صلاح دی۔

"فرض کرلو ڈیکا بے قصور ہے"، پرانجل نے کہا: "چور ایک نقلی چابی سے بھی تو تالا کھول سکتے تھے۔"

"لیکن میرے پتاجی انھیں ضرور دیکھ لیتے اور اس کے بعد شور بلند کرتے۔" مونگلا نے کہا۔

"تو اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ چور سامنے کے دروازے سے گودام میں داخل نہیں ہوئے۔" پرانجل نے کہا اور باقی سب نے سر ہلا کر اس کی تائید کی۔

"لیکن اندر داخل ہونے کے لیے کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں"، الکا نے کہا۔" البتہ چھت پھاڑ کر، دیوار توڑ کر داخل ہو سکتے تھے لیکن اس معاملے میں تو ایسا بھی نہیں ہوا۔"

"ایک دوسرا راستہ بھی ہے۔ وہ لوگ زمین کے نیچے سے سرنگ کھود کر فرش کے راستے بھی گودام میں پہنچ سکتے تھے۔" راج دیر نے اپنی طرف سے کہا۔

"ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا"، پرانجل نے جوش میں بھر کر کہا۔" گودام کے اندر پائے گئے پاؤں کے دھندلے دھندلے نشانوں کو یاد کرو۔ ایک ہفتے سے کوئی بارش نہیں ہوئی پھر بھی قدموں کے نشان گیلے اور کیچڑ بھرے ہوئے تھے۔"

"جی ہاں!"، مونگلا نے تائید کی۔" سرنگ کے اندر کی مٹی گیلی رہی ہوگی اور کیچڑ بھی ہوگا۔ اس سے یہ بھی بات صاف ہو جاتی ہے کہ میرے پتا نے کسی کو بھی کیوں نہیں دیکھا۔"

"لیکن ہم نے تو گودام کی تلاشی لی تھی"، الکا نے کہا۔" اس میں ہمیں تو معمولی سا بھی کوئی ایسا نشان دکھائی نہیں دیا جس سے زمین کے نیچے کسی سرنگ کا گمان ہو سکتا۔"

"ہم اس وقت ایسی کسی چیز کو دیکھ کو دیکھ نہیں رہے تھے"، راج دیر نے بتایا۔" لیکن ہم اب ضرور ایسا کریں گے۔ مونگلا، کیا ہم گودام میں دوبارہ داخل ہو سکتے ہیں۔"

"دروازہ کھلا ہے۔ اس میں کسی نے بھی تالا نہیں لگایا ہے کیونکہ گودام بالکل خالی ہے۔"

سب بچے باہر نکل پڑے اور جب وہ گودام کے پاس پہنچے تو انھیں یہ دیکھ کر ذہنی سکون حاصل ہوا کہ سامنے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اندر جا کر انھوں نے سارے گودام کا بغور جائزہ لیا۔ اچانک راج دیر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"اخاہ!" وہ چلایا۔" میرے پرانجل جی، سب سے پہلے تو ڈسپیچ ٹیبل کے نیچے دیکھو۔"

صبح کے وقت انھوں نے فرش کی تلاشی لی تھی لیکن انھوں نے ڈسپیچ ٹیبل کو ہٹا کر اس کے نیچے دیکھنے کا خیال نہیں کیا تھا۔ اب انھوں نے یہ بھی کر لیا۔

انھوں نے جوں ہی وہاں دیکھا —— ایک پتلا سا، چوکور کٹاؤ۔ اتنی صفائی اور خوبصورتی سے بنایا گیا تھا کہ اگر یہ لوگ اسی کو نہ ڈھونڈ رہے ہوتے تو ضرور نظر انداز کر دیتے۔

مونگلا نے قلم تراش چاقو نکالا اور اس کا پھل کٹاؤ کے اندر گھونپ دیا۔ اس نے لکڑی کے اس ٹکڑے کو اس وقت تک اٹھایا جب تک کہ اس میں انگلیاں ڈالنے کے لیے جگہ نہیں بن گئی۔ کنارے کو مضبوطی

سے پکڑتے ہوئے اس نے لکڑی کے اس پورے ٹکڑے کو اور کھینچ لیا۔

"اُوہ!" الکا ایک دم چونک پڑی۔ ان کے سامنے اندھیری سرنگ کا دہانہ تھا جو فرش کے نیچے بنائی گئی تھی۔

چوروں نے آری کی مدد سے لکڑی کے تختوں کو چیر کر ایک چور دروازہ بنا لیا تھا اور اندر داخل ہوتے وقت انھوں نے اسے دھکا دے کر کھول لیا ہوگا۔ چائے کی پیٹیاں ہٹا لینے کے بعد انھوں نے ڈسپیچ ٹیبل کو دوبارہ اس جگہ رکھ دیا تاکہ اس چور دروازے کو چھپا دیا جائے۔ جو چور سب سے آخر میں سرنگ کے اندر داخل ہوا اس نے چور دروازے کو دوبارہ بند کر دیا ہوگا۔

مونگلا نے چور دروازے کو اپنی جگہ پر واپس لگا دیا۔ "تو یہ سب ایسے ہوا ہے"، اس نے کہا۔

"مٹی کا ٹکڑا اور چھپا کر رکھی گئی کشتی کا معمہ بھی حل ہو گیا"، راج ویر نے کہا۔ "چوروں نے گودام تک ایک سرنگ تعمیر کی اور چائے کی پیٹیاں لے کر ندی پر پہنچ گئے۔ کشتی کا استعمال چوری کے مال کو ندی کے دوسرے کنارے تک پہنچانے کے لیے ہی کیا گیا ہوگا۔ دوسرے کنارے پر کوئی ٹرک کھڑا ہوگا جس میں چائے کو لاد کر لے گئے ہوں گے۔"



"ہمیں اس سرنگ کے دوسرے کنارے کو بھی ڈھونڈنا ہے۔" مونگلا نے کہا۔
"ہم سرنگ کے راستے سے ہی کیوں نہ جائیں؟" راج ویر نے تجویز پیش کی۔
پرانجل نے ڈسپیچ ٹیبل سے ایک کاغذ کا ٹکڑا اور پنسل اٹھالی۔
"دیکھو"، اس نے کاغذات پر ایک خاکہ سا بنا کر دکھاتے ہوئے کہا۔" یہ قدرتی بات ہے کہ چور سرنگ کا کام جنوب کی جانب سے ہی شروع کریں گے اور یہ ندی کی طرف ہوگا۔ سرنگ بہت لمبی بھی نہیں ہوسکتی زیادہ سے زیادہ سو میٹر لمبی ہوگی۔ اس لیے اگر ہم گودام سے کشتی تک ایک سیدھی لکیر کھینچ لیں اور گودام کی سیدھ میں پچاس سے لے کر 100 میٹر کے علاقے میں تلاش شروع کریں تو ہم سرنگ کا دوسرا دہانہ ڈھونڈھ سکتے ہیں۔"

وہ سب لوگ بڑے چوکنے ہوکر گودام سے باہر نکلے اور طے شدہ سمت کی طرف چل پڑے۔ کام کے اوقات ختم ہوچکے تھے اس لیے چائے کی کیاریوں میں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ بڑی بے پروائی سے چلنے کا بہانہ کررہے تھے حالانکہ ان کی آنکھیں پوری طرح سے کھلی تھیں اور ہر طرف بڑے غور سے دیکھ کر چل رہے تھے۔ اور مونگلا نے واقعی وہ جگہ دیکھ لی۔
سرنگ کا دہانہ گہری کھائی کے اوپر کی طرف تھا۔ چھوٹی چھوٹی خودرو جھاڑیاں ایک بانس کے بنے ہوئے فریم میں اٹکائی ہوئی تھیں جس سے یہ پوری طرح سے چھپ جاتا تھا۔ مونگلا کھائی میں اتر گیا اور اس نے بانس کے فریم کو کھینچ لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر سر ہلایا اور پھر دوبارہ فریم کو اپنی جگہ پر لگا دیا۔" چلو ہم یہاں سے جلد ہی نکل چلیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کو کوئی دیکھ لے۔" مونگلا نے کہا۔
دوڑتے بھاگتے وہ اپنے بنگلے کے پچھواڑے والے شیڈ میں آپہنچے۔ پرانجل نے دھیرے سے کہا:" ہمیں ڈیڈی کو اس کی اطلاع دے دینی چاہیئے کیونکہ وہ پولیس والوں کو بتا سکتے ہیں اور اس طرح ڈیکا اور مونگلا کے پتا کو رہائی مل جائے گی۔"
"نہیں، ابھی نہیں"، راج ویر بڑبڑایا۔" چوروں کو یہی پتہ ہونا چاہیئے کہ وہ ابھی تک محفوظ ہیں۔"
"یہ ٹھیک ہے"، مونگلا نے بھی یہی صلاح دی۔" ہمیں مزید شہادتیں جمع کرنی ہیں۔"
"لیکن ہم شروعات کہاں سے کریں؟" پرانجل نے سوال کیا۔
"جو چائے پتی چرائی گئی ہے وہ سب سے بڑھیا کوالٹی کی تھی"، مونگلا نے دانشوروں جیسے لہجے میں کہا۔" چوروں کو اس بات کا کیسے پتہ چلا؟"



"تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟"

"صرف یہی کہ چوروں کا کوئی ساتھی ہمارے باغ میں کام کرنے والوں میں بھی ہوگا۔"

"سرنگ کھودنے میں کافی وقت لگتا ہے"، الکا نے کہا۔" سرنگ سے مٹی نکال کر دوسری جگہ لے جائی جاتی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ سرنگ کھودنے والوں پر کسی کی نظر کیوں نہیں پڑی۔"

"ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ کام رات کے وقت کیا ہوگا"، راج ویر نے جوش سے کہا۔

مونگلا کے دماغ میں ایک بات آگئی۔

"ارے بابا!" وہ تقریباً چلاّ اُٹھا حالانکہ یہ لوگ تیز آواز نہ نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔" یہ ضرور وہی ہوگا۔"

"ہش" دوسرے تمام تقریباً ایک ساتھ بول پڑے۔

"جس سردار کا نام سوانا ہے وہی چوروں کا ساتھی ہونا چاہیئے۔"

"وہ جس کا بیل چیتا اٹھا کر لے گیا ہے؟" پرانجل نے سوال کیا۔

"اوہ! تو تم وہ چیتے والی کہانی سُن چکے ہو؟ یہ سوانا ہی تھا جس نے چیتے کی کہانی پھیلا کر باغ کے مزدوروں کو اتنا ڈرا دیا کہ وہ رات کو باہر نکلنے سے گھبرانے لگے۔ کسی دوسرے نے ابھی تک چیتے کو نہیں دیکھا۔"

"جی ہاں۔ ڈیڈی بھی یہی کہہ رہے تھے۔ چیتے کی موجودگی کے ثبوت میں اس کے پاؤں کا کوئی نشان بھی نہیں ملا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ چیتا وغیرہ کوئی نہ ہو"، مونگلا نے کہا۔" سوانا نے یہ کہانی اس لیے پھیلا دی کہ چوروں کو سرنگ کھودنے کے کام میں کسی طرح کی رکاوٹ پیش نہ آئے۔"

سب بچے خاموش ہو کر اپنے اپنے خیالوں میں ڈوب گئے تھے۔

پھر اپنی دلیل کی تائید میں مزید بولتے ہوئے مونگلا نے کہا کہ سوانا فیکٹری میں پیک کرنے والی مشین پر کام کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس وقت کس قسم یعنی کس کوالٹی کی چائے بھری جاتی ہے۔

7

اگلی صبح مسٹر بروا راج ویرا اور دوسروں کو لے کر فیکٹری چلے گئے۔

"یہ تو ایک معجزہ سا لگتا ہے" راستے میں راج ویر نے بات شروع کی۔ "ہری ہری پتیاں کس طرح سیاہ یا سنہری بھورے رنگ میں بدل جاتی ہیں اور ان کی چائے بنا کر ہم پیتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ صرف اسی لیے کیا جاتا ہے کہ سبز پتی میں سے ہر طرح کی نمی مکمل طور پر ختم کر دی جائے اور ساتھ ہی اس میں رنگ اور خوشبو پیدا کر دی جائے۔ اس کے لیے کوئی کیمیکل استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس طریقے میں تیزی لانے کے لیے مشینوں کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے ایک طرف تو کوالٹی برقرار رہتی ہے اور دوسری طرف زیادہ مقدار میں مال تیار ہو جاتا ہے۔ ویسے تو تم گھر میں بھی چائے کی پتی تیار کر سکتے ہو۔"

"گھر میں! وہ کیسے؟" راج ویر نے پوچھا۔

"اسے تم دیسی طریقہ کہہ سکتے ہو اور اسی طریقے سے پرانے زمانے میں چائے کی پتی تیار کی جاتی تھی۔"

"انکل یہ تمام باتیں تو سبز چائے پر لاگو ہوتی ہیں۔ لیکن دوسری دو قسم کی چائے کیسے بنتی ہے۔ آپ نے ان کا نام بھی بتایا تھا۔ سی ٹی سی اور آرتھوڈاکس۔ یہ دونوں الگ الگ قسمیں ہیں نا؟"

"بیشک۔ آرتھوڈاکس میں زیادہ مہک ہوتی ہے جبکہ سی ٹی سی میں رنگ زیادہ ہوتا ہے۔ کشید کرتے وقت آرتھوڈاکس کو اُبالا جاتا ہے جبکہ سی ٹی سی کو کھینچ تان کر بنایا جاتا ہے۔ ان کے تیار کرنے میں جو فرق ہیں وہ میں تم کو فیکٹری کے اندر جا کر دکھاؤں گا۔"

فیکٹری کے پھاٹک پر کھڑے ہوئے دربان نے پھرتی سے سلام کر کے ان کا استقبال کیا۔ مسٹر بروا نے ایک چھت والے لمبے چھپر کے پاس اپنی جیپ روک دی۔ اس کی دیواریں نہیں تھیں۔ اس چھپر کے اندر آدھی درجن کے قریب چبوترے بنے ہوئے تھے اور ان کی ساخت اس قسم کی تھی کہ ایک کے بعد ایک چبوترہ اونچا

ہوتا گیا تھا۔

" انھیں چانگ کہتے ہیں۔ باغ سے توڑے گئے ہرے پتے وزن کرنے کے بعد ان چبوتروں پر پھیلا دیے جاتے ہیں۔ چند گھنٹوں میں ہی یہ پتے مرجھانے لگتے ہیں۔ یہاں ان پتوں کی 30 سے 40 فیصدی تک نمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کو قدرتی طریقہ کہتے ہیں۔"

قریب ہی ایک دوسرا اسی قسم کا شیڈ تھا۔ لیکن یہاں پر ٹاٹ سے ڈھکے ہوئے چبوتروں کی جگہ کنکریٹ کی ناندیں تھیں جن کے اوپر تاروں کے موٹے جال تھے۔ ان پر چائے کے پتوں کو پھیلا دیا جاتا تھا۔ ہر ناند کے نیچے تیز قوت والے بجلی کے پنکھے لگے ہوئے تھے جو بڑی تیزی سے چلتے تھے۔

مسٹر بروا نے سمجھاتے ہوئے کہا: " یہ مشینی طریقہ ہے۔ اگر قدرتی طریقے سے نمی کو سکھایا جائے تو اس میں بہت زیادہ وقت لگتا ہے۔ نمی والے آب و ہوا کے علاقے میں تو اور بھی زیادہ وقت لگتا ہے۔ ان ناندوں میں سے گرم ہوا گزاری جاتی ہے اور اس کے درجۂ حرارت پر کنٹرول رکھا جاتا ہے۔"

اس کے بعد بچّے مسٹر بروا کے پیچھے پیچھے فیکٹری میں داخل ہو گئے۔ فیکٹری کے اندر کئی طرح کی مشینیں چل رہی تھیں اس لیے ان سب کی آواز کی گونج بڑی عجیب تھی۔ ایک دوسرے کی بات سننے کے لیے ان کو اپنی آواز کافی بلند کرنا پڑتی تھی۔ پیسی جانے والی چائے پتی کی بو بھی اُن کے نتھنوں میں گھُس رہی تھی۔

مسٹر بروا نے ایک مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ " یہ رولنگ ٹیبل ہے۔ یہاں پر چائے پتّی کو پیش کر مروڑا جاتا ہے۔ اس سے نکلنے والے سیال کو برابر پھیلا دیا جاتا ہے۔"

رول کیے ہوئے پتوں کی کھینچا تانی کرنے کے لیے انھیں دوسری مشین میں ڈالا جاتا تھا جو لگاتار گھومتی رہتی تھی۔

"یہ دوسری مشین ہے " مسٹر بروا نے بتایا۔" اس سے اچھی اور عمدہ چائے الگ کی جاتی ہے۔ یہاں پر سی ٹی سی اور آرتھوڈاکس چائے کی تکنیک میں فرق آجاتا ہے۔ آرتھوڈاکس کے لیے اس مشین سے چائے پتّی کو اُبالنے والی مشین میں لے جاتے ہیں۔ سی ٹی سی کو الٹ کے لیے ان پتوں کو پہلے ایک دوسری مشین میں ڈالا جاتا ہے۔"

" انکل سی ٹی سی کا مطلب کیا ہے ؟ "

" کرلنگ، ٹیرنگ، اینڈ کرشنگ۔ یہ اصل میں سی ٹی سی مشین کا کام ہی ہے۔ یعنی پہلے بل ڈالنا، پھر انھیں توڑنا اور بعد میں پیسنا "۔ پیسے جانے پر مشین میں سے جو گودا نکلتا ہے وہ نیچے ایلومینیم

کی ٹرے میں گر کر ڈھیر بن جاتا ہے۔"

"جیسے کہ تم دیکھ سکتے ہو سی ٹی سی چائے بنانے میں پتوں کو ایک دم پیس دیا جاتا ہے اس سے نکلنے والے رس کو برابر ملا دینا اور اس کے بعد رنگ کا نکل آنا ہوتا ہے۔ آرتھوڈاکس طریقے میں پتوں کو پیسا نہیں جاتا اس لیے رس بہت کم نکلتا ہے اور وہ بھی دھیرے دھیرے، اس طرح اس کی مہک باقی رہ جاتی ہے۔"



اس کے بعد یہ لوگ خمیر پیدا کرنے والے کمرے میں آئے جہاں پر پتیوں کو ناندوں پر پھیلایا جاتا تھا خمیر اٹھانے کا کام قدرتی طریقے پر ہوتا تھا۔ راج ویر کی حیرت زدہ نگاہوں کے سامنے ہی ہرے پتوں نے اپنی ہریالی چھوڑ کر بھورا رنگ اختیار کرلیا تھا۔

"اس سارے طریقے میں ایک گھنٹہ صرف ہوتا ہے"، مسٹر بروا نے بتایا۔ وہ ایک اچھے گائیڈ کی طرح سمجھا رہے تھے۔ "جس معجزہ کا تم نے ذکر کیا تھا وہ یہاں پر ہی ہوتا ہے۔ آکسیجن کے عمل سے پتوں کا ہرا پن ختم ہو جاتا ہے۔ ماحول میں پائی جانے والی آکسیجن ان پتوں پر دوائیوں کے ساتھ اپنا اثر دکھاتی ہے اور پتوں کا رنگ بدل جاتا ہے۔"

اس کے بعد وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے۔ یہاں پتوں کو سکھانے والی بڑی بڑی مشینیں تھیں۔ چائے کی پتی کو سکھانے کے لیے کوئلہ یا تیل کی بھٹیوں سے گرم ہوا چائے کی ان پتیوں پر پھینکی جاتی تھی۔

"گرم ہوا چائے کی ان پتیوں میں سے بچی کھچی نمی بھی ختم کر دیتی ہے اور تیار چائے کی پتی کو ایک دم خشک اور مُرمُرا بنا دیتی ہے۔ آؤ، اسے سونگھ کر دیکھو" مسٹر بروا نے چائے کی پتی کو ایک مٹھی میں بھرا اور اس میں سے کچھ راج ویر کو دے دی۔ یہ پتیاں گرم تھیں اور بڑی اچھی خوشبو دے رہی تھیں۔

مسٹر بروا نے بتایا کہ اب اس کے بعد صرف یہ رہ جاتا ہے کہ چائے کی پتی کی درجہ بندی کی جائے۔ اس قسم کی درجہ بندی کے لیے چائے کی پتیوں کو الگ الگ کرکے ان کی شکل وصورت کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے۔ پھر الگ قسم کی چائے کی درجہ بندی ہو جاتی ہے۔

آخر میں یہ لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں چائے پتی کو پیٹیوں میں بھرا جاتا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک بھدا سا، بُری شکل والا آدمی چائے پتی کو پیٹیوں میں بھر رہا تھا۔ یہ پیٹیاں بھی مشین کے ذریعے بھری جا رہی تھیں۔

مونگلا نے جو حلیہ بتایا تھا اس سے سب بچوں نے اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ سوانا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سردار ایسی حیثیت میں تھا کہ اسے پتہ لگ جاتا تھا کہ فیکٹری میں کب کس کوالٹی کی چائے کی پتی پیٹیوں میں بھری گئی ہے۔

"نمی چائے پتی کی سب سے بڑی دشمن ہے"، مسٹر بروا نے بتایا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ بچوں کی توجہ کا مرکز اس وقت کچھ اور ہی تھا۔ انھوں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "چائے پتی ان پیٹیوں میں جن گھومنے والی مشین کی مدد سے بھری جا رہی ہے ان میں یہ خاصیت ہے کہ چائے پتی اچھی طرح دب کر

بھری جاتی ہے اور ہوا کے اندر رہ جانے کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ چائے پتی کی پیٹیوں کے اندر ایلومنیم کے موٹے کاغذ کی ایک تہہ بھی لگائی جاتی ہے تاکہ باہر سے نمی کے اندر جانے کا ڈر بھی ختم ہو جائے۔"

جب ایک پیٹی بھر جاتی تھی تو کوئی مزدور اس کے اوپر ڈھکنا لگا کر اس میں کیلیں ٹھونک دیتا تھا۔ اس کے بعد اس پیٹی پر چائے پتی کی درجہ بندی کا نشان لگا دیا جاتا تھا، اس کے ساتھ ہی چائے کی کوالٹی اور چائے کے باغ کا نام بھی لکھ دیا جاتا۔

"چائے پتی کی کوالٹی کے لیے ہم ہر روز تیار ہونے والی چائے کی پتی کا نمونہ لیتے ہیں اور فیکٹری میں اس کا ذائقہ دیکھتے ہیں،" مسٹر برُوا نے کہا۔ "ایک ہلکی سی چُسکی لینے سے ہی میں بتا سکتا ہوں کہ یہ چائے پتی اچھی ہے یا نہیں۔ یا اس کو زیادہ یا کم گرم ہوا دی گئی ہے۔"

اس کے بعد یہ سب لوگ فیکٹری سے باہر نکل آئے۔ اندر مشینوں کے شور نے ان کو اس قدر سُن کر دیا تھا کہ اب باہر آ کر انھیں باہر کی خاموشی بڑی عجیب لگنے لگی تھی۔

فیکٹری کے سائرن نے چھٹی کا اعلان کیا اور بڑی تیزی سے بجنے لگا۔ یہ لوگ جیپ میں بیٹھے اپنے گھر واپس جا رہے تھے۔



8

باغ کے کارندوں کے لیے شام چار بجے کام بند ہو جاتا تھا۔ شام کو پانچ بجے تمام بچّے مونگلا کے ساتھ بستی کی طرف چل پڑے جہاں پر مزدور وغیرہ رہتے تھے۔

بستی میں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ گھاس پھوس کے چھپر والی کئی جھونپڑیاں ایک کے بعد ایک لائن میں بنی ہوئی تھیں اور ان کے آگے چھوٹے چھوٹے صحن تھے۔ بیچ بیچ میں ٹیوب ویل لگے تھے جہاں عورتوں کے گروہ آپس میں گپ شپ کر رہے تھے اور کپڑے وغیرہ دھو رہے تھے۔ اِدھر اُدھر چھوٹے چھوٹے بچّے کھیل کود میں مگن تھے۔ دھول بھری سڑک پر کتّے سُستی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اور کیچڑ میں سُوّر گھوم پھر رہے تھے

مزدوروں کے کلب سے آگے کھیت میں چند نوجوان لوگوں نے فٹ بال کا کھیل شروع کیا تھا بہت سے جھونپڑوں سے ریڈیو کی موسیقی بھی سنائی دے رہی تھی۔

"ہم موسیقی اور ناچ گانے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ہمیں جب بھی موقع ملتا ہے ہم اس سے ہنسی خوشی کا لطف اٹھاتے ہیں۔" مونگلا نے دوسروں کو بتایا۔

ایک جھونپڑے میں ان بچّوں کو خاص قسم کی سرگرمی دکھائی دی اور یہ وہاں رُک گئے۔ اس کا داخلی دروازہ بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ اس پر کاغذ کے رنگ برنگے پھول سجائے گئے تھے۔ زمین پر ایک نصف دائرے میں مرد، عورتیں اور بچّے بیٹھے گا نا گا رہے تھے۔ آدھی درجن کے قریب ناچنے والی عورتیں ایک دوسری کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گانے کی تال کے ساتھ ناچ رہی تھیں اور پاؤں سے ایک خاص قسم کا منظر پیدا کر رہی تھیں۔

"یہ جھومر ناچ رہی ہیں۔" مونگلا نے بتایا۔

" ہمارے بہت سے تہوار ہوتے ہیں جس میں جھومر گایا جاتا ہے اور جھومر ناچ بھی ہوتا ہے۔ توشو پوجا اور کرم پوجا تو ہمارے اپنے تہوار ہیں لیکن ہم آسام کا بیہو اور اس کے علاوہ ہولی اور کالی پوجا کے تہوار بھی مناتے ہیں "

" یہ اب کیوں ناچ رہی ہیں ؟ " راج ویر نے سوال کیا۔

" اوہ، شاید کسی کی شادی ہونے والی ہے اور اس کے لیے ابھی سے خوشیاں منانا شروع کر دی گئی ہیں "

سوانا کی جھونپڑی بستی کے آخر میں تھی۔ جیسا کہ پہلے سے طے کر لیا گیا تھا مونگلا کچھ دور ہی رہ گیا جبکہ پرانجل، راج ویر اور النکا اندر داخل ہو گئے۔

سوانا نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ ان کے لیے موڑھے لائے گئے اور یہ ان پر بیٹھ گئے۔

" ہم اس چیتے کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں جو آپ کا بیل اٹھا لے گیا ہے " پرانجل نے کہا۔

لگتا ہے کہ سوانا کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے چہرے کے نقوش کو تھوڑا سا بدلا جیسے کہ وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

" اوہ ! یہ کوئی دو ہفتے پہلے کی بات ہے۔ ایک اندھیری اور بارش والی رات تھی وہ۔ آدھی رات کے قریب میں پچھواڑے کے طبیلے میں کچھ غیر معمولی آوازیں سنی تھیں۔ میرے دو بیل وہاں ہوتے تھے۔ میں اپنے ہاتھ میں چوڑے پھل والا چاقو لے کر باہر نکلا۔ آپ سوچیے کہ میں نے اس وقت کیا دیکھا۔ ایک بہت بڑا چیتا ! اس نے ایک بیل کو پکڑ رکھا تھا اور اس کا گلا دبوچ کر اسے کھینچ کر لے جا رہا تھا "

" کیا آپ کے پاس روشنی کا انتظام تھا ؟ " راج ویر نے پوچھا۔

" نہیں۔ مٹی کے تیل کا چھوٹا لیمپ جو ہم استعمال کرتے ہیں وہ اس قسم کے موسم میں بیکار ثابت ہوتا ہے "

" کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ چیتا ہی تھا ؟ " پرانجل نے پوچھا " یہ کوئی رائل بنگال ٹائیگر بھی ہو سکتا ہے "

" نہیں۔ یہ چیتا ہی تھا۔ میں نے اس کے جسم پر صاف طور پر نشان دیکھے تھے "

" آپ نے اس کے بعد کیا کیا ؟ "

" میں کیا کر سکتا تھا ؟ لکڑبھگا ہوتا تو میں اسے ضرور بھگا دیتا۔ لیکن چیتے کے ساتھ میں کیسے الجھ





سکتا ہوں چھوٹے صاحب۔ اس لیے میں نے شور مچایا اور کنستر پیٹ پیٹ کر بہت تیز آواز پیدا کر دی۔"
"کیا آپ کو بیل کی ہڈیوں کا پنجر مل گیا تھا؟"
"نہیں۔ میں نے اس کی کوشش نہیں کی۔ ضرورت بھی کیا تھی۔ بیل تو آخر مر ہی گیا ہوگا۔"
"کیا آپ نے چیتے کے پاؤں کے نشان دیکھے تھے؟" راج ویر نے پوچھا۔
"نہیں کوئی نشان نہیں تھے۔ بارش کے پانی سے وہ ضائع ہو گئے تھے۔"
اس کے بعد وہ پیچھے کی جانب بنے ہوئے طبیلے میں گئے۔ بچّوں نے ہر طرف بڑے غور سے دیکھا اور معائنہ کیا۔

"مزہ نہیں آیا۔" راج ویر بولا۔ "ہم تو سوچ رہے تھے کہ آپ بڑی سنسنی خیز کہانی سنائیں گے کہ کس طرح آپ نے چیتے کے ساتھ دو دو ہاتھ کیے لیکن آپ نے تو بس اس کو بھگا دیا۔ چلو بہت بہت شکریہ۔ اب ہم چلتے ہیں۔ گڈ بائی۔"

"چھوٹے صاحب" سوانا نے پرانجل کو مخاطب کر کے کہا "فیکٹری میں جو چوری ہوئی ہے آپ کے والد نے اس کے بارے میں کوئی بات کہی ہے؟"

"او ہاں!" پرانجل نے عام قسم کا جواب دیا "آج صبح انھیں پولیس کی طرف سے ٹیلیفون آیا تھا کہ برچی اور ڈیکا دونوں نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ہے کہ چوری انھوں نے ہی کی ہے۔"
"اقبال کر لیا ہے!" سوانا نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔
"جی ہاں۔ پولیس نے تو اس کیس کو بند کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ میرے والد کل سے پھر گودام کو استعمال کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں کیونکہ چور تو پکڑے ہی گئے ہیں۔ فیکٹری کے اندر چائے پتی کی پیٹیوں کا جو ڈھیر لگ گیا ہے انھیں گودام میں بھیج دیا جائے گا۔"
بچے وہاں سے جب چلے تو اپنے پیچھے ایک مسرور اور خوش سوانا کو چھوڑ آئے تھے۔
راستے میں مونگلا ان سے پھر آملا۔ "کوئی نتیجہ نکلا؟" اس نے پوچھا۔
"سوانا جھوٹ بول رہا ہے قطعی جھوٹ۔" راج ویر نے کہا۔ "وہ ایک اندھیری رات تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ اس کے پاس روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ بارش کے پانی سے پاؤوں کے نشان مٹ گئے تھے۔ لیکن اسے یقین ہے کہ وہ چیتا ہی تھا۔ وہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ چیتے کے جسم پر اس کے نشان بھی دیکھ لیے تھے۔"
"ہم نے جھونپڑی کے پچھواڑے کا جائزہ لیا ہے۔" پرانجل نے بتایا۔ "اس جگہ بانس کی جو باڑھ لگی ہوئی ہے

وہ بہت پرانی ہے لیکن چیتے کے آنے سے اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا۔ ایک پورے قد کا بیل کافی بھاری جانور ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ چیتا اس بیل کو اٹھا کر باڑھ پھاند کر نہیں نکل سکتا تھا۔ اس لیے اگر واقعی چیتا آیا ہوتا تو کسی نہ کسی جگہ سے باڑھ ضرور ٹوٹتی پھوٹتی ۔"

" اس کا بیل چلا گیا لیکن پھر بھی وہ بڑا خوش دکھائی دیتا ہے ۔" الکا نے کہا ۔" بیل خریدنے کے لیے روپے کی ضرورت ہوتی ہے اور باغ میں کام کرنے والے مزدور غریب ہوتے ہیں ۔"

" میں نے بالکل ایسا ہی سوچا تھا ۔" مونگلا نے کہا ۔" سوانا کی نگرانی کرنی چاہیئے ۔"

" ہم ایسا ہی منصوبہ بنا رہے ہیں ۔" پرانجل نے کہا ۔" میں نے کچھ غلط اور جھوٹی اطلاعات اسے دے دی ہیں۔ ہم آج رات کو پھر یہاں آئیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ ان اطلاعات کے مطابق کام کرتا ہے یا نہیں ۔"



9

رات کو تقریباً 11 بجے پرانجل اور راج دیرا اپنے اپنے بستر سے اٹھے اور پنجوں کے بل دھیرے دھیرے گھر کی سیڑھیاں اتر آئے۔ جب وہ بنگلے سے نکل کر اوزاروں والے شیڈ میں پہنچے تو ٹفی بھی ان کے ساتھ آ ملا۔ ٹفی کی زنجیر رات کو کھول دی جاتی تھی۔ پرانجل نے اپنی ٹارچ کو دو مرتبہ جلایا بجھایا اور اس کے ساتھ ہی مونگلا نے پیڑوں کے پیچھے سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: "آجاؤ، ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے بالکل وقت نہیں ہے۔"

تینوں لڑکے بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ اس رات آسمان پر گھنے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی دور آسمان میں بجلی سی کوند جاتی تھی جو آنے والے طوفان کا پتہ دیتی تھی۔

رات کو باغ کے تمام راستے ایک جیسے دکھائی دیتے تھے۔ مونگلا ان کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ دونوں لڑکے ضرور راستہ بھول جاتے۔ مونگلا نے کوئی غلطی کیے بغیر ان دونوں کو بستی تک پہنچا دیا اور ان کو سوانا کی جھونپڑی تک بھی لے گیا۔

بستی کی دوسری جھونپڑیاں اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں لیکن سوانا کی جھونپڑی میں ہلکی سی روشنی نظر آرہی تھی۔ خاموشی سے چلتے ہوئے یہ لوگ جھونپڑی کی دیوار کے پاس پہنچے اور بانس کے فریم والی کھڑکی سے انھوں نے اندر جھانک کر دیکھا۔

سوانا اندر ہی تھا۔ وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے چوڑے پھل کا بڑا چاقو اٹھایا اور لیمپ بجھا دیا۔ اس کے بعد اس نے دروازے کا کنڈا بنا آواز کے کھولا اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔

تینوں لڑکے اور زیادہ اندھیرے میں سمٹ گئے۔ ایک لمحہ کے لیے سوانا نے اِدھر اُدھر دیکھا جیسے اس بات کا یقین کرنا چاہتا ہو کہ اس کا اس طرح جانا کسی کو معلوم تو نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ تیز تیز چلتا ہوا ایک طرف کو ہولیا۔



لڑکے بھی اس کے پیچھے پیچھے تھوڑا فاصلہ دے کر چلنے لگے۔

اچانک راج ویر کا دل بڑے زور سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔ بنا کسی وارننگ کے بڑی اونچی آواز میں ہر طرف سے کئی جانوروں کے بولنے کی صدائیں گونجنے لگیں۔

"یہ کیا ہے ؟"، راج ویر کی آواز میں خوف تھا۔

"گیدڑ ہیں"، مونگلا نے سرگوشی کی "اگر ایک گیدڑ چلانا شروع کرتا ہے تو باقی کے تمام گیدڑ بھی اس کے ساتھ چلانا شروع کر دیتے ہیں۔"

برانجل کے پیٹ میں خوف اور جوش کے مارے اینٹھن سی ہونے لگی تھی۔ ایک تو اندھیرا تھا، دوسرے ماحول بڑا ڈراؤنا تھا۔ بانس کے پیڑوں سے نکلنے والی ہوا کی سرسراہٹ اور گیدڑوں کی خوفناک چیخیں، ان سب باتوں نے اس کے ذہنی سکون کو بگاڑ دیا تھا۔ اسے یہ بھی خوف ستانے لگا تھا کہ کہیں آس پاس واقعی کوئی چیتا موجود ہی نہ ہو۔

سوانا ان کے آگے آگے چل رہا تھا اور اب وہ باغ کی حد سے نکل کر قومی شاہراہ پر آپہنچا تھا۔ اس جگہ ہر اتوار ایک چھوٹی سی مارکیٹ لگتی تھی۔ اسی لیے یہاں پر کنکریٹ کی چھوٹی چھوٹی عمارتیں تھیں جو ایک ہی قطار میں بنی ہوئی تھیں ان عمارتوں کو بیوپاری دوکانوں اور مکانوں کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ انہی عمارتوں میں سے ایک عمارت کے پاس سوانا پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے کسی نے کچھ پوچھا اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا اور سوانا اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ دوبارہ بند کر دیا گیا اور اندر سے چٹخنی بھی چڑھا دی گئی۔

ایک چھوٹی سی نالی اس عمارت کو دوسری عمارت سے الگ کرتی تھی۔ اس نالی کو لڑکوں نے پار کر لیا۔ ایسا کرتے ہوئے انھیں نالی میں سے بدبو بھی آئی اور انھوں نے اپنی ناکیں بند کر لیں۔ اس کے بعد پنجوں کے بل چلتے ہوئے وہ ایک ادھ کھلی کھڑکی کے پاس جا پہنچے۔ مونگلا نے بڑی ہوشیاری سے اندر جھانک کر دیکھا اور اس کے بعد ایک طرف ہو کر برانجل اور راج ویر کو بھی اندر کی جھلک دیکھنے کا موقع دیا۔

اندر پانچ آدمی ایک بستر پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے۔ سوانا پاس ہی رکھے ایک لکڑی کے اسٹول پر بیٹھا تھا۔

بستر پر بیٹھے ہوئے پانچوں آدمیوں کے چہرے اچھے نہیں تھے۔ دیکھنے میں ہی یہ لوگ خطرناک دکھائی دیتے تھے۔ سوانا ان میں سے ایک بڑے اور مضبوط جسم کے آدمی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ وہ

ان سب کا لیڈر نظر آتا تھا۔

" اب ندی کا کنارہ صاف ہے "، سوانا کہہ رہا تھا " ڈیکا اور برچی نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ہے حالانکہ پرماتما ہی جانتا ہے کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا! "

" یہ تو ایک آسان سی بات ہے "، طاقتور آدمی نے کہا : " پولیس کے دباؤ اور ڈر کی وجہ سے انھوں نے جرم کا اقبال کر لیا ہے۔ عدالت میں پہنچ کر وہ اپنے بیان سے مُکر بھی جائیں گے "

" منیجر کے مطابق گودام کو کل صبح دوبارہ استعمال کرنا شروع کر دیا جائے گا چائے پتی کے ڈھیر فیکٹری میں لگ گئے ہیں اور انھیں وہاں سے ہٹانا ضروری ہو گیا ہے، منیجر کو بالکل نہیں معلوم کہ پولیس غلط آدمیوں کو گرفتار کر کے لے گئی ہے "



"وہ چائے پتی کس کوالٹی کی ہوگی ؟" چوروں کے لیڈر نے پوچھا۔

"ہمارے باغ میں تیار ہونے والی سب سے بڑھیا ہے وہ چائے کی پتی۔ اس کی مارکیٹ میں بہت ہی اونچی قیمت حاصل ہوگی۔"

لیڈر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ "تو ہم کل رات کو ایک دوسرا چھاپہ ماریں گے۔"

دوسرے لوگ احتجاج کرنے لگے۔ انھوں نے حیرت بھی ظاہر کی۔

ایک بولا "ہمیں اپنی قسمت اتنی جلدی آزمانی نہیں چاہیے۔"

دوسرے نے کہا "اتنی جلدی دوسری چوری خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"قطعی نہیں"، لیڈر نے یقین دہانی کراتے ہوئے کہا۔ "ہمارا طریقۂ کار بہت کامیاب ہے اور اس میں کہیں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہم حیرانگی کا بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اب کسی کو شبہ بھی نہیں ہوگا کہ دوسرا چھاپہ پڑ سکتا ہے کیونکہ چور تو پکڑے جا چکے ہیں۔ ہمیں تو صرف وہی عمل دہرانا ہے جس کے ذریعے ہم پہلی مرتبہ اتنے کامیاب ہوئے تھے۔"

"لیکن اس طرح پولیس کو پتہ چل جائے گا کہ ڈیکا اور برچی اصلی مجرم نہیں ہیں۔" سوانا نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جلد یا دیر سے، وہ تو انھیں پتہ چلنا ہی ہے لیکن دوسرا چھاپہ مارنے سے ہم سب کے حصے میں اچھی خاصی رقم آجائے گی۔"

اب ان تمام آدمیوں کے چہروں پر لالچ کی نشانیاں صاف طور پر دیکھی جا سکتی تھیں۔ اس لیے اب ان کو منا لینا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

لڑکوں نے تھوڑی دیر اور ان کی باتیں سنیں اور پھر اپنے گھر کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

"میں چوروں کے لیڈر کو جانتا ہوں"، مونگلا نے کہا۔ "وہ اس دکان کا مالک ہے۔ باقی سب لوگ میرے لیے اجنبی ہیں۔"

"ہم جو کچھ کر سکتے تھے ہم نے کر لیا ہے"، پرانجل نے کہا "اب باقی کا کام پولیس کا ہے۔"

مونگلا نے حفاظت کے ساتھ انھیں بنگلے تک پہنچا دیا اور جلدی سے انھیں گڈبائی کہہ کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

10

پرندوں کا ایک جوڑا آپس میں لڑ رہا تھا اور ان کی آواز سے اگلی صبح دونوں لڑکوں کی نیند جلدی کھل گئی بنا کوئی وقت ضائع کیے اور رات کے کپڑے بدلے بغیر وہ بھاگ کر مسٹر بروا کے پاس پہنچے۔
جب انھوں نے مسٹر بروا کو سرنگ اور ندی کنارے والی کشتی کے بارے میں بتایا اور اس دکاندار اور اس کے گروہ کے دوسرے چوروں کے ساتھ سوانا کے تعلق کے بارے میں بتایا تو انھوں نے بڑے غور سے ان کی بات سنی تھی۔
مسٹر بروا نے پولیس اسٹیشن پر ٹیلی فون کیا اور مسٹر کوتوکی تقریباً فوراً ہی آ پہنچے۔ جب دونوں لڑکوں نے اپنی کہانی دوبارہ بیان کرنا شروع کی تو پہلے مسٹر کوتوکی نے انھیں نظرانداز کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب ان کی کہانی آگے چلی تو شرم کے مارے ان کا چہرہ سرخ ہوگیا۔
آخرکار مسٹر کوتوکی کو اپنے پہلے سلوک اور دھاندلی کے لیے ان لڑکوں سے معافی مانگنے پر مجبور ہونا پڑا۔
"تم بچوں نے تو واقعی کمال کا کام کر دکھایا ہے۔" انھوں نے کہا۔ "اب ہمیں اس گروہ کو ضرور پکڑنا ہے۔ آج رات جب وہ چوری کی کوشش کریں گے تو ہم ان کے لیے پہلے ہی جال بچھا دیں گے۔"
مسٹر بروا باغ کا ایک نقشہ لے آئے۔ گھات میں بیٹھنے کے لیے تین خاص جگہیں تھیں۔ دو جگہیں تو سرنگ کے دو دہانے تھے اور تیسری جگہ ندی کنارے والی کشتی تھی۔
"ہم ان تینوں جگہوں پر بھاری تعداد میں پولیس والے تعینات کر دیں گے۔ یہ لوگ جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھیں گے۔ گودام کے اندر کا بندوبست میں خود اپنی نگرانی میں کراؤں گا۔" مسٹر کوتوکی نے بتایا۔
"چائے کی یہ پیٹیاں بہت بھاری ہیں"، مسٹر بروا نے بتایا۔ "ندی تک لے جانے میں کافی فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ تمام پیٹیاں اٹھا کر وہاں تک لے جائیں گے۔"

"یہ تو صحیح ہے"، کوتوکی نے تائید کرتے ہوئے کہا" ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی ذریعہ ہو۔ موٹر گاڑی تو ہو نہیں سکتی لیکن کوئی نہ کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے آواز نہ پیدا ہوتی ہو"
" میں باغ کے کچھ مزدوروں کو پولیس والوں کی مدد کے لیے بلا لوں؟" مسٹر بروا نے پوچھا۔
"یہ عقلمندی کی بات نہیں ہو گی" کوتوکی نے جواب دیا" رات کے وقت بہت سے لوگوں کی موجوگی سے کام بگڑ بھی سکتا ہے۔ میرے پولیس والے تربیت یافتہ ہیں۔ وہ ہتھیاروں سے بھی مسلح ہوں گے۔ البتہ میں یہ خیال رکھوں گا کہ ان میں سے کوئی بھی پولیس کی وردی پہن کر نہ آئے"
"کیا یہ ضروری ہے؟" راج ویر نے سوال کیا" رات کو تو بہت زیادہ اندھیرا ہو گا اس لیے کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ انھوں نے کون سے کپڑے پہن رکھے ہیں"
"میرے دماغ میں جو پلان ہے اس کے مطابق انھیں سادہ کپڑوں میں ہی ہونا چاہیئے۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ ندی کے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے ٹرک کو بھی ہمیں نہیں بھولنا ہے۔ اور نہ ہی چائے کی ان پیٹیوں کو جو پہلے چرا کر لے جائی گئی ہیں۔ اب سب کچھ ہی ہمیں طے کرنا ہے ....."

❊ ❊ ❊

رات بڑی اندھیری اور گرم تھی۔ آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں نے چاند اور ستاروں کو بھی ڈھک لیا تھا۔ گھپ اندھیرے میں پولیس والے مسلح ہو کر خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر پریشانی تھی۔

گودام کے اندر کوتوکی اور تین دوسرے لوگ چائے کی پتی کی پیٹیوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان [illegible] میں بھرے ہوئے ریوالور تھے۔
مسٹر بروا کے پاس رائفل تھی۔ وہ سرنگ کے دہانے سے تھوڑی ہی دوری پر ایک پیڑ کے نیچے کھڑے تھے۔ راج ویر، پرانجل، الکا اور مونگلا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مسٹر بروا کے پاس ہی موجود تھے۔ ان کے دل دھڑک رہے تھے اور کان کسی بھی آواز کو سننے کے لیے پوری طور پر کھلے ہوئے تھے۔ ٹفی بھی الکا کے پاس ہی خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔
ان لوگوں نے ایک خاص قسم کا لوشن اور لیموں کا تیل اپنے بدن پر مل لیا تھا جس سے مچھر اور دوسرے کیڑے ان کے نزدیک نہیں آتے تھے۔ مچھروں کے کئی جھنڈ ان کے سروں پر منڈلا رہے تھے۔ مچھروں کی بھن بھن کے علاوہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اچانک ٹفی نے بے چینی سی محسوس کی اور اس کے گلے سے ہلکی سی غرّاہٹ کی آواز نکلی۔

ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر چوکنا ہو گیا۔ ان کی آنکھیں اندھیرے کا سینہ چیر کر کوئی چیز دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ انھوں نے ایک آواز سنی اور اس کے بعد ہی انھوں نے دیکھا کہ بیل گاڑی کی شکل والی کوئی چیز

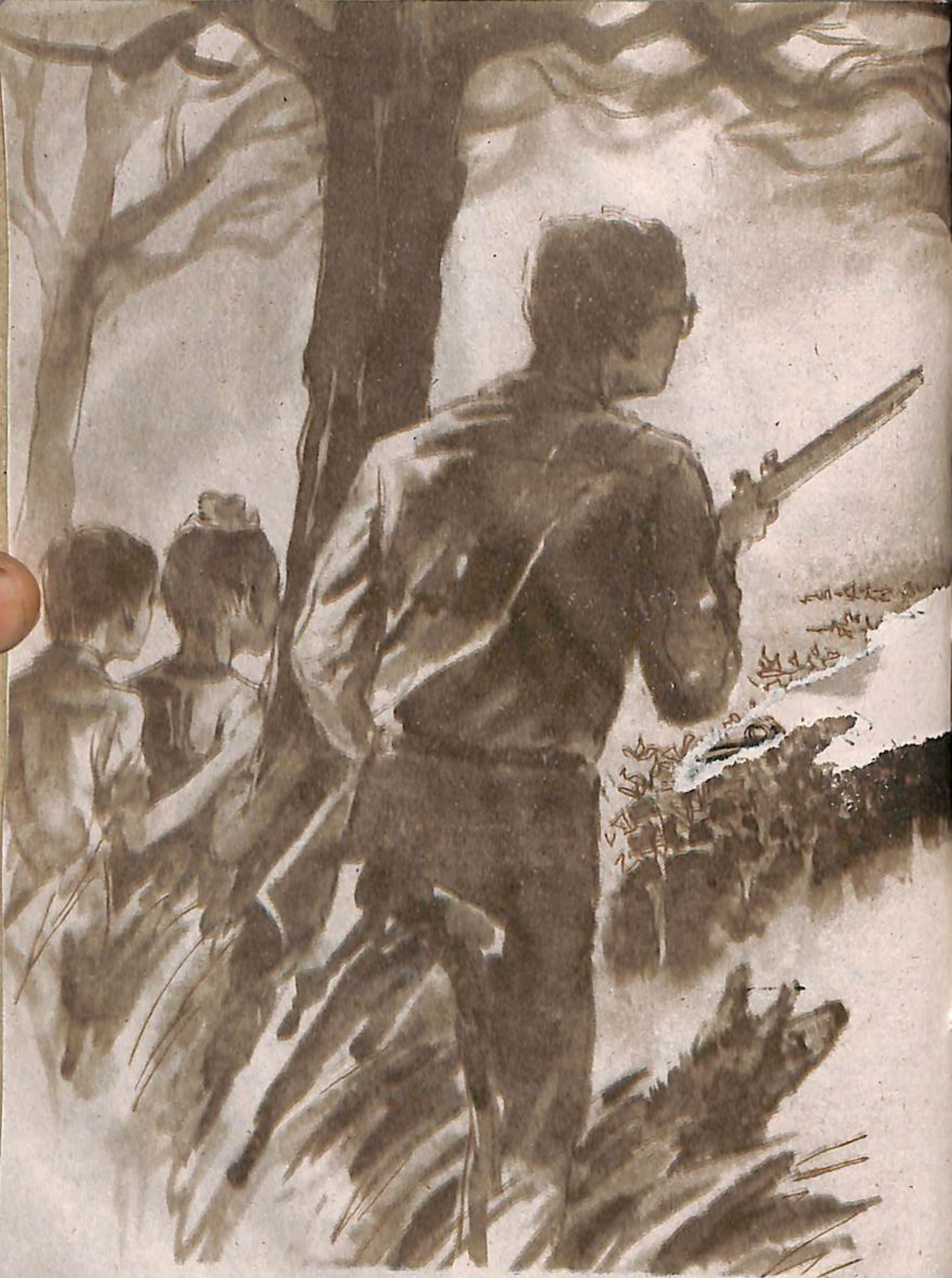




آگے بڑھ رہی ہے۔

"سوانا کا بیل ہے"، مونگلا نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا "یہ وہی بیل ہے جسے چیتا اٹھا کر لے گیا تھا"

بیل گاڑی سرنگ کے دہانے کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ اس میں سے چار آدمی کود کر اُترے اور جلد ہی انھوں نے بانس کا فریم اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔ تین آدمی سرنگ کے اندر رینگ کر داخل ہو گئے جبکہ چوتھا آدمی باہر ہی کھڑا رہا۔



بیل گاڑی کے اندر ماچس کی تیلی جلی تھی۔ شاید گاڑی والے نے اپنی بیڑی سُلگائی ہوگی۔ ماچس جلنے سے جو روشنی ہوئی اس سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے شخص کا بھدّا سا چہرہ بھی دکھائی دے گیا تھا۔ وہ سوانا تھا۔

بیس منٹ بعد ہی چائے کی پتی کی پہلی پیٹی سرنگ کے دہانے سے باہر آ گئی۔ باہر کھڑے ہوئے آدمی کے سپرد یہ پیٹی کردی گئی۔ اس پیٹی کو سوانا کی مدد سے بیل گاڑی پر لاد دیا گیا۔

جھاڑیوں میں بیٹھے ہوئے پولیس والے نے آہستہ سے پھس پھسا کر کہا: "اب شروع ہو جاؤ۔" اور ہر طرف سے پولیس والے رائفلیں تانے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اپنے آپ کو چاروں طرف سے گھرا ہوا دیکھ کر اچانک ہی سوانا اور اس کے ساتھی کو بڑی حیرت ہوئی۔ ہتھکڑیوں کی آواز آئی اور وہ ان دونوں کو پہنا دی گئیں۔

گودام میں جب چور دوسری پیٹی اٹھانے لگا تو کوتوکی اور اُن کے آدمی اپنی جگہ سے کود کر باہر نکل آئے۔ وہ چوروں کا لیڈر تھا۔ اس کے جسم میں شاید بجلی کی سی تیزی آ گئی تھی۔ اس نے فوراً ہی چائے کی پیٹی زمین پر رکھ دی اور زمین پر گر گیا۔ اس کے ہاتھ اپنی کمر پر بندھے ہوئے پستول کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کوتوکی کے ریوالور نے ایک شعلہ اُگلا اور چور اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ گولی اس کے کندھے کے نیچے لگی تھی۔

گولی چلنے کی آواز سُن کر سرنگ کے اندر جو دوسرے چور موجود تھے وہ سرنگ کے دوسرے دہانے کی طرف تیزی سے رینگنے لگے لیکن وہاں پر بھی پولیس ان کے انتظار میں کھڑی تھی اور وہ دونوں ان کے ہتھے چڑھ گئے۔

بیل گاڑی کے نزدیک پکڑے گئے چاروں قیدیوں کو گودام میں لایا گیا۔ مسٹر بروا اور بچے پولیس والوں کے پیچھے پیچھے چل کر گودام میں پہنچے۔

کوتوکی نے مسٹر بروا کو دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا: "مسٹر بروا، بڑا شاندار شکار مارا ہے۔ کشتی میں بیٹھا ہوا ان کا ساتھی جلد ہی یہاں پر پہنچنے والا ہے۔"

قیدیوں کے چہرے پر ندامت کے کوئی آثار نہیں تھے اور وہ پولیس افسر کے چہرے پر تیز نظریں گاڑے ہوئے تھے۔

مسٹر بروا نے باغ کے ڈاکٹر کو بلا بھیجا تاکہ چوروں کے لیڈر کے زخم کا علاج کرا دیں۔ گولی سیدھی لگی تھی اور اس سے کسی اہم حصّے کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ جب ڈاکٹر زخم پر پٹی باندھ رہا تھا ایک سنجیدہ

چھرے والے پولیس کے آدمی نے کشتی پر سے گرفتار کر کے لائے گئے چور کو اندر دھکا دیا۔
"یہ تو تقریباً بھاگ نکلا تھا، سر"، پولیس والے نے بتایا۔ "ہم نے بڑی مشکل سے اسے پکڑا ہے۔ ندی کے اندر سے گھسیٹ کر نکالا ہے ہم نے اسے۔ اس کا جسم مچھلی کی طرح چکنا ہے جو ہاتھوں سے پھسل جاتا ہے۔"

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اس کے بعد کا جو پلان انھوں نے بنایا تھا اس پر پوری طرح عمل کیا گیا۔ دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد تاکہ چوروں کو شبہ نہ ہو جائے۔ ایک کشتی پر پولیس والے مسٹر کوتوکی کی سربراہی اور کشتی والے کی رہنمائی میں ندی کے دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہو گئے۔
وہاں پر ٹرک کے ساتھ کھڑے تین آدمیوں کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا جھٹکا لگا جب انھوں

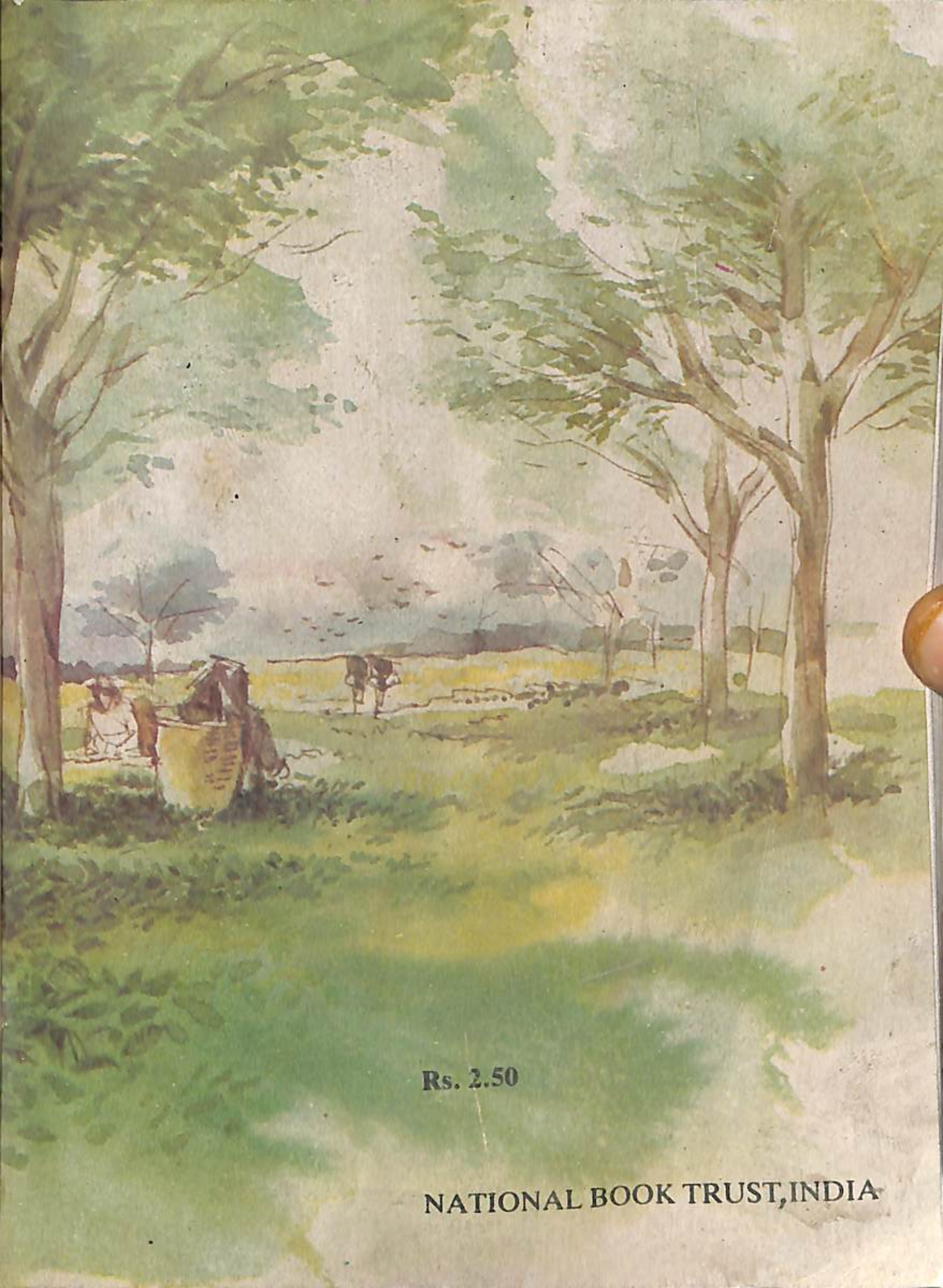


نے دیکھا کہ چائے کی پیٹیوں کی جگہ وہ وہاں پر پولیس والوں سے بھری ہوئی ایک کشتی کے انتظار میں کھڑے تھے۔ یہ پولیس والے سادہ لباس میں تھے۔ تینوں آدمیوں نے بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

اسی رات کو بعد میں چوروں کے گروہ کی دی ہوئی اطلاعات پر پولیس نے نزدیک کے ایک قصبے کے ایک گودام پر چھاپہ مارا اور پہلے چرائی گئیں چائے کی پیٹیاں وہاں سے برآمد کر لیں۔

اگلی صبح گم شدہ چائے کی پیٹیوں کا معاملہ مکمل طور پر حل ہو چکا تھا۔




Rs. 2.50
NATIONAL BOOK TRUST, INDIA

